کلیاتِ پریشاں
فراق گورکھپوری

گلہائے پریشاں
فراق گردکھپوری

ناشر
سٹار پبلیکیشنز
۲/۱۵۔ دریا گنج، دہلی

قیمت ایک روپیہ
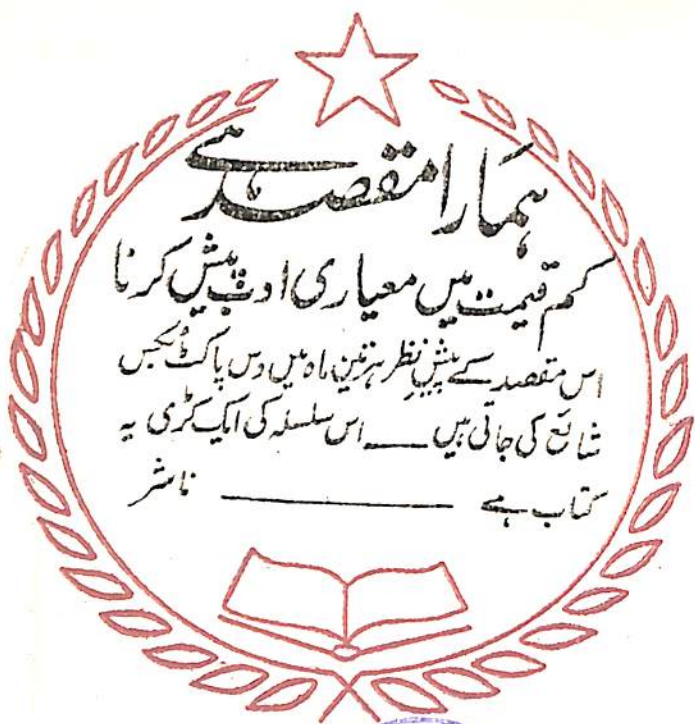
سول ایجنٹس:
پنجابی پُستک بھنڈار
دریبہ کلاں دہلی

ہمارا مقصد ہے
کم قیمت میں معیاری ادب پیش کرنا
اس مقصد کے پیشِ نظر ہر تین ماہ میں دس پاکٹ بکس
شائع کی جاتی ہیں ـــــ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ
کتاب ہے ـــــــــــ ناشر

تو ایک تھا مرے اشعار میں ہزار ہوا
اس ایک چراغ سے کتنے چراغ جل اٹھے

گذشتہ نصف صدی کے اندر اُردو زبان و ادب میں کچھ بہت بڑے شاعر گذرے ہیں لیکن خواص و عوام میں جن کی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں کئی اور کچھ تک پہنچے گی، اُردو کا کوئی شاعر مستقل طور پر اتنا ہر دلعزیز نہیں ہو سکا، جتنا فراق گورکھپوری۔ اُنکی آداز میں گھلاوٹ ہے۔ اتنی نرمی اور اتنا ترنم جو کسی دوسرے شاعر سے یہاں ہم نہیں پاتے، انہوں نے نرم سے نرم اور آسان سے آسان اور اسکے ساتھ اور اس کے ساتھ ہی انتہائی دلنشین اور دلکش زبان میں سچی سے سچی اور گہری سے گہری باتیں کہی ہیں۔ اُردو شاعری میں اتنی لطیف اشاریت فراق سے پہلے دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی تھی۔ ہماری بولی کے الفاظ اور ہماری بولی کے ٹکڑے فراق کی شاعری میں نیا جنم لیتے ہیں۔ دنیا کا ہر بڑا شاعر جانے بوجھے الفاظ کو نئی معنویت اور نئی زندگی دیتا ہے اور یہی جادو ہمیں فراق کی شاعری میں ملتا ہے۔

فراق نے کم و بیش پچیس ہزار اشعار کہے ہیں۔ یہ انتخاب اُن کے
پورے کلام کا ۱/۲۵ حصہ یا صرف چار فیصد حصہ ہے، اس انتخاب میں
فراق کے ایک ہزار ایسے اشعار یکجا کر دیئے گئے جنہیں ہم ......
فراق کی پوری شاعری کا ست یا جوہر کہہ سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے یہ
جواہر پارے جنہیں ہم "گلہائے پریشاں" کے نام سے بہت بڑی تعداد
میں شائع کر رہے ہیں۔ تمام اُردو دُنیا میں ہاتھوں ہاتھ لیے جائیں گے۔
لوگ اُنہیں آنکھوں سے اور سینہ سے لگائے پھریں گے اور جب فراق
اس دُنیا میں نہ ہوں گے، اُن کے یہ اشعار لاکھوں کے دلوں میں صدیوں
تک گونجتے رہیں گے۔ کسی زبان میں، کسی قوم میں اور کسی ملک میں ایسے
شاعر صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ہم اور کچھ نہ کہہ کر بس اتنا ہی کہیں گے
کہ بقول میرؔ:

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سُنیے گا
پڑھتے کسو کو سُنیے گا تو دیر تلک سر دُھنیے گا

ناشر

وہ اک ذراسی جھلک برقِ کم نگاہی کی
جگر کے زخمِ پنہاں مسکرائے ہیں کیا کیا

چراغِ طور جلے آئینہ در آئینہ
حجاب برقِ ادا نے اٹھائے ہیں کیا کیا

بقدرِ ذوقِ نظر دیدِ حسن کیا ہو مگر
نگاہِ شوق میں جلوے سمائے ہیں کیا کیا

تغافل اور بڑھا اور اس غزالِ رعنا کا
فسونِ غم نے بھی جادو جگائے ہیں کیا کیا

ترے سلوکِ نہاں کا تو آہ کیا کہنا
سلوک اچھے بھی دل میں سمائے ہیں کیا کیا

نظر بچا کے ترے عشوہ ہائے پنہاں نے
دلوں میں دردِ محبت اٹھائے ہیں کیا کیا

تمام حسن کے جلوے تمام محرومی
بھرم نگاہ نے اپنے گنوائے ہیں کیا کیا
فراق! راہِ وفا میں سبک روی تیری
بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں کیا کیا

★

اس آنکھ کی مستی ہوں اے بادہ کشو! جس کا
اٹھ کر سرِ میخانہ ممکن ہے بدل جانا
ایامِ بہاراں میں دیوانوں کے تیور بھی
جس سمت نظر اٹھی عالم کا بدل جانا
گھنگھور گھٹاؤں میں، سرشار فضاؤں میں
مخمور ہواؤں میں مشکل ہے سنبھل جانا
ہیں سازِ حقیقت میں سویا ہوا نغمہ تھا
تھا رازِ نہاں کوئی پردوں سے نکل جانا
ہوں نکہتِ مستانہ گلزارِ محبت میں
مدہوشیِ عالم ہے پہلو کا بدل جانا

★

سازِ مجاز کی ہیں صدائے شکستہ ہوں!
خمیازہ کش ہوں ہستیِ ناپائیدار کا
اب عشق ماورائے نشاط و ملال ہے
کچھ اضطرابِ دید نہ غمِ انتظار کا
مارا ہے کس ادا سے دلِ سوگوار کو
کشتہ ہوں تیری پرسشِ بیگانہ وار کا

★

یوں تو اکسیر ہے خاکِ درِ جاناں، لیکن
کاوشِ غم سے اُسے گردشِ دوراں ہونا
چارہ گر درد سراپا ہوں مرا درد نہیں
یاد آیا تجھے نشترِ کارگِ جاں ہونا
مجھ سے بچنا ہی ترا ٹھیک ہے اے دامنِ دوست
میرے غم کو ہے فقط میرا گریباں ہونا
اب تو مجھ کو بھی مرے درد کا احساس نہیں!
مشکلِ عشق مبارک، تجھے آساں ہونا

اپنا انجام اگر عشق سمجھتا ہے تو پھر
حُسن کا کس لئے شرمندۂ احساں ہونا

اب تو تنگ آ گئے اس کشمکشِ پنہاں سے
دل کے شیرازہ کو آیا نہ پریشاں ہونا

وحشتِ عشق کا بڑھنا تو عدم ہو جانا
سمٹ آنا تو سراپردۂ امکاں ہونا

دلِ سوزاں، شبِ غم، پیکرِ بے خبری ہے
نہ شبستاں نہ اسے شمعِ شبستاں ہونا

ذرہ اپنا بھی ہے خورشیدِ قیامت لیکن
مجھے منظور نہیں چاک گریباں ہونا

وہ سیہ کارِ محبت ہوں میں واعظ کہ مجھے
قبلۂ دیں تو کبھی قبلۂ ایماں ہونا

کس طرح عشق کی مشکل کو کوئی سہل کرے
جس کے آساں کو کبھی آیا نہیں آساں ہونا

ہم ترے حور و پری ہونے سے مسرور نہیں
ہمیں درکار ہے انسان کا انساں ہونا

اور عالم ہے مری وادیِ وحشت کا فراق
اُسے زنداں، نہ بیاباں، نہ گلستاں ہونا

تجھے دیکھا بھی تو اس طرح کہ دیکھا ہی نہیں
ترا سرتا بہ قدم عشوۂ پنہاں ہونا

چپّے چپّے میں ہے گلزار کے صد دشتِ جنوں
ذرّے ذرّے سے ٹپکتا ہے بیاباں ہونا

ٹھوکریں ہیں در و دیوار کی اور تیرے اسیر
سخت دشوار ہے شائستۂ زنداں ہونا

خود کو پہچان سکی دُکھ بھری دُنیا نہ ابھی
غمِ انساں کو نہ آیا غمِ انساں ہونا

اُف وہ نیرنگِ جنوں چاک گریبانوں کے
کبھی خنداں، کبھی گریاں، کبھی حیراں ہونا

★

کہیں یہی نہ ہو آغاز ربطِ پنہاں کا
تری نگاہ میں پہلے تو یہ حجاب نہ تھا

کہیں یہی نہ ہو اعجازِ کارسازیِ عشق
اُسی کا کام بنا کچھ جو کامیاب نہ تھا
بڑھا رہا ہے کوئی رسم و راہ کیا دل سے
سپردگی کی ادائیں یہ اجتناب نہ تھا
بس اک نظر سے جنوں کو بنا لیا مانوس
یہ رنگِ حسن تو پروردۂ حجاب نہ تھا
کہیں وہی تو گریباں نہیں ہے آج اپنا
ترا وہ گوشۂ دامن جو دستیاب نہ تھا
فراقؔ! یاد کرا ایسا بھی کوئی عالمِ عشق!
جو ایک شب کا فسانہ نہ تھا جو خواب نہ تھا

★

ترا نام آتے ہی سکتے کا عالم مجھ پر
جانا کس طرح یہ مذکور دوبارا نکلا
ہوش جاتا ہے، جگر جاتا ہے، دل جاتا ہے
پردے ہی پردے میں کیا تیرا اشارا نکلا

ہے ترے کشف و کرامات کی دُنیا قائل
تجھ سے اے دل نہ مگر کام ہمارا نکلا
سر بسر بے سر و ساماں جسے سمجھے تھے وہ دل
رشکِ جمشید و کیخسرو و دارا نکلا
رونے والے ہوئے چُپ، ہجر کی دُنیا بدلی
شمع بے نور ہوئی، صبح کا تارا نکلا

★

پیمانۂ حیات ہے اِک جامِ بے خودی
یہ جس کے منہ لگا وہ رہے ہوشیار کیا
رگ رگ میں دوڑ گئیں آج بجلیاں فراق
ہو اور شرمگیں نگہِ شرمسار کیا

★

اے دل کسی کی پہلی نگاہوں کو بھول جا
یاد آ گیا تجھے مرے غفلت شعار کیا

مُنہ پھیر کر فراقؔ وہ کچھ مُسکرا دیے
سُنتے اب حالِ دلِ بے قرار کیا

★

جب ہر آئینۂ عالم بنے آنسو مرے
یوں تو یہ سچ ہے کہ رونا عشق میں بیکار تھا
الفتِ دیرینہ کا جب ذکر اشاروں میں کیا
مسکرا کر مجھ سے پوچھا تم کو کس سے پیار تھا
ذرہ ذرہ آئینۂ تھا خود نمائی کا فراقؔ
سر بسر صحرائے عالم جلوہ زارِ یار تھا

★

شوخیٔ حُسن ہو یا مصلحتِ عشق کوئی
ورنہ میں اور خرابِ غمِ دوراں ہوتا
فتنہ ساماں ہے دلِ بے سروساماں ورنہ
حسن کے پاس کوئی ساز نہ ساماں ہوتا

کاش! آفاق کے اس شرح و بیاں کے بدلے
تجھے آفاق بدل دینے کا ارماں ہوتا

میں تری چارہ گری کو نہیں کہتا لیکن
چارہ گر دردِ نہاں کا نہیں درماں ہوتا

دیکھ کر بے کسیِ عشق کوئی اور فراق
تہہ سہی میں ہی شریکِ غمِ ہجراں ہوتا

★

وہ شانِ خامشی کہ بہاریں ہیں منتظر
وہ رنگِ گفتگو کہ گلستاں کھلا دیا

معلوم کچھ مجھی کو ہیں اُن کی روانیاں
جن قطرہ ہائے اشک کو دریا بنا دیا

کچھ شورشیں تغافلِ پنہاں میں تھیں جنہیں
ہنگامہ زارِ حشرِ تمنا بنا دیا

جب خون ہو چکا دلِ ہستی اعتبار
کچھ درد بچ رہے تھے جنہیں انساں بنا دیا

تھی یوں تو شامِ ہجر، مگر پچھلی رات کو
وہ دردِ اُٹھا فراقؔ کہ میں مسکرا دیا

★

اے جوشِ جنوں کٹا نہ صحرا
تجھ سے زور آزما کو دیکھا
دیکھے کوئی جیسے جاگتا خواب
حُسنِ نازک لقا کو دیکھا
تاروں کے قلوب جیسے دھڑکیں
راتِ اُس کی ادا ادا کو دیکھا
ہم نے بھی خدا سے موت مانگی
ہم نے بھی تِری جفا کو دیکھا

★

غمکدے میں دہر کے یوں تو اندھیرا تھا مگر
عشق کا داغِ سیہ بختی چراغِ شام تھا

تیری وزدیدہ نگاہی یوں تو نا محسوس تھی
ہاں مگر دفتر کا دفترِ حسن کا پیغام تھا
محو تھے گلزارِ رنگا رنگ سے نقش و نگار
وحشتیں تھیں، دل کے سناٹے تھے وقتِ شام تھا
رونقِ بزمِ جہاں تھا گو دلِ غمگینِ فراق
سرد تھا، افسردہ تھا، محروم تھا، ناکام تھا

★

مانعِ وحشت نوردی مجھے زنداں نہ ہوا
در و دیوار سے کچھ ہوش کا ساماں نہ ہوا
کہتی ہے وصل کی شب وہ نگہِ خواب آلود
ختم ابھی قصۂ بیتابیٔ ہجراں نہ ہوا
حسنِ گلزار سے دل چاک ہوا جاتا ہے
جوشِ گل چارہ گرِ تنگیٔ داماں نہ ہوا
زندگی کیا وہ ترے غم سے جو دل تنگ نہیں
کیا وہ شیرازۂ ہستی جو پریشاں نہ ہوا
★

وصال کو بھی بنا دے جو عین دردِ فراق
اسی سے چھوٹنے کا غم سہا نہیں جاتا

★

مئے سرجوشِ تجلّی کو چھلکتے واعظ
ہم نے ساقی کی اداؤں کے قریں دیکھ لیا
دھنس گئی گورِ غریباں کی زمیں کس نے یہاں
آ کے کن آنکھوں سے کل سوئے زمیں دیکھ لیا

★

نہ ہمارا راہِ محبت میں کوئی عہدہ برآ
جو سبکدوش ہوا وہ بھی گراں بار چلا
خونِ حسرت کا شہیدوں پہ کھلا رنگ اُس وقت
جب اُٹھائے ہوئے وہ دامنِ گلنار چلا

پھر بھی رگوں میں عشق کی حسن کی وہ کسک کہاں

ہر دلِ بے قرار میں درد دبا دیا تو کیا

پھر بھی تو شبنمی ہے آنکھ، پھر بھی تو ہونٹ خشک ہیں

زخمِ جگر ہنسا تو کیا، غنچۂ دل کھِلا تو کیا

کون سا فرق آگیا، گردشِ روزگار میں

اشک ٹپک پڑے تو کیا عشق تڑپ اٹھا تو کیا

عمرِ دوام مل گئی عالمِ سوز و ساز کو

مجھ کو مٹا دیا تو کیا، دل کو مجھا دیا تو کیا

کوئی مزاج داں نہ تھا گردشِ روزگار کا

حسن تھا شادماں تو کیا، عشق اداس تھا تو کیا

پھر بھی تری نظر کی یاد آہی گئی فراق کو

بارِ نیاز و نازِ عشق حسن سے اٹھ سکا تو کیا

★

بس اِک جھلک نظر آئی اُڑے کلیم کے ہوش

بس اک نگاہ ہوئی خاکِ طورِ سینا تھا

شبِ عدم کا فسانہ گدازِ شمعِ حیات
سوائے کیفِ فنا میرا ماجرا کیا تھا

یہ اضطراب و سکوں بھی تھے اِک فریبِ حیات
کہ اپنے حال سے بیگانہ وار جلتا تھا

کہاں یہ چوک ہوئی تیرے بیقرار دل سے
زمانہ دوسری کروٹ بدلنے والا تھا

وہ تھا مرا دلِ خوں گشتہ جس کے مٹنے سے
بہارِ باغِ جہاں تھی، وجودِ دُنیا تھا

وصال اُس سے میں چاہوں کہاں یہ دل میرا
یہ رو رہا ہوں کہ کیوں اُس کو میں نے دیکھا تھا

شکستِ سازِ چمن تھی بہارِ لالہ و گُل
خزاں مچلتی تھی، غنچہ جہاں چٹکتا تھا

★

عشق کہے کیا حسن کرے کیا
یوں بھی بدل جاتی ہے طبیعت

غم پر فتح پائی تو لیکن!
پہچانی جاتی نہیں صورت
ایک ہی وقت میں خوشی بھی غمی بھی
یہ بھی ہے اِک شانِ محبت
آج تمہیں دل کو سمجھا دُ
میری تو پڑتی نہیں ہمت

★

خونِ جگر سے سوزِ غمِ عشق سے تری
شوخی ہے دور وہ شرارت ہے دور دور
مٹ کر بھی ہم سمجھ نہ سکے جس کی نیتیں
سنتے ہیں اس منظر کی شکایت ہے دُو دور
دُنیائے اعتبار میں تو ہی نہیں ملا
یوں تو رسائی غمِ فرقت ہے دور دور
تاریکیاں مجاز کی اکثر چمک گئیں
جلوہ فروزِ شمعِ حقیقت ہے دور دور

سہرتی ہیں جو گھنی ہوئی پلکوں کے سائے سائے
اُن شربگیں نگاہوں کی شہرت ہے دور دور
دیکھیں فراقؔ! عشق کی یہ کس پہر سیاں
اب درد دور دور ہے، راحت ہے دور دور

★

فضا جہانِ محبت کی جن سے تھی رنگیں
تجھے بھی یاد کچھ آئے وہ شادمانِ فراقؔ
امید بن کے نہ آئے دلوں کی دُنیا میں
اُسے سمجھ نہیں سکتے یہ بدگمانِ فراقؔ

★

کچھ تو نے بھی سُنا؟ کہتے ہیں
اور ہے اب تو فراقؔ کی حالت

★

ہم سے ہے گرم سینۂ ہستی وہ بھڑکتے شرارہیں ہم لوگ
ہم نے فردا کو کر دیا امروز کیا قیامت شعار ہیں ہم لوگ

★

اپنا پیمانِ وفا پھر یاد کر لے ایک بار
آج ہوتے ہیں جدا اے دوست! تیرے دل سے ہم
روٹھ کر تجھ سے بہت بیدرد ہم بھی ہو گئے
ایک خنجر ہو گئے جب سے کھنچے قاتل سے ہم
جان لیوا اے حسینو! گو ہیں یہ سرگردانیاں
کیوں بھٹک جاتے ہیں لیکن خود رہِ منزل سے ہم
آج کوچے میں ترے تجھ کو خبر ہے یا نہیں
ہو گئے رد کر جدا اے دوست اپنے دل سے ہم

★

وہ میرا دردِ محبت ہے جس سے اک زمانے کو
وہ تیرا حسن ہے اہلِ دو عالم جس پہ مائل ہیں

★

رہروانِ کوئے جاناں! آہ اتنی ٹھوکریں!
ہم نے بھی یک بے دست و پا ہو کے کیا بستر کہاں

خون تھا کلیوں کا دل بادِ صبا بے چین تھی
جلوۂ گلزار ڈوبے تھے تیرے نشتر کہاں

آنکھیں بھر آتی ہیں اکثر پچھلی شب کو اے فراقؔ
وہ خماریں چشمِ ساقی وہ بھرے ساغر کہاں

★

وہ مستیاں ہوں کہ ہشیاریاں ہوں عشق میں بھی
تری نگاہ کے انداز پائے جاتے ہیں!

عدم کو دور ترا سے کے جیتے جی پہنچے!
کہیں اجل سے یہ صدمے اٹھائے جاتے ہیں

نصیبِ عشق جہاں سو رہے ہیں موت کی نیند
وہیں اس آنکھ کے جادو جگائے جاتے ہیں

وہ قرب و بعد کی حد سے الگ تو ہیں لیکن
تمام عالمِ ہستی پہ چھائے جاتے ہیں

حریفِ زخمِ نہاں نشترِ نظر بھی نہیں!
بہت بچا کے یہ چرکے لگائے جاتے ہیں

کمالِ جذبِ کشش دیکھ عاشقوں کو بھی
خبر نہیں وہ دلوں میں سمائے جاتے ہیں

انہیں بہار کی آنکھوں نے بھی نہیں دیکھا
جو گُل چمن کو مٹا کر کھِلائے جاتے ہیں

نہ راہ و رسم نہ اب کوئی عہد و پیماں ہے
وہ بے خود دل کو مگر یاد آئے جاتے ہیں

غبارِ راہِ طلب اُٹھ کے بیٹھ بھی نہ سکا
فراقؔ! ابھی سے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

★

وہ آگ لگ گئی کہ دھواں ہے نہ آنچ ہے
دریدہ اہلِ نظر کی شکایت ہے اِن دنوں

حیرت نہ کر ملول نہ ہو بدگماں نہ ہو
کچھ غیر اہلِ درد کی حالت ہے ان دنوں

وہ پوچھتے ہیں وجہِ سکوت و فسردگی
میں سوچتا ہوں کیا مری حالت ہے ان دنوں

فرق آگیا ہے دورِ حیات و ممات میں
کیا گردشِ نگاہِ محبت ہے اِن دنوں

کیوں ملتفت نہ کفر کی سر سبز ہوں پھر آج
ذوقِ گناہ پیرِ طریقت ہے اِن دنوں

واقف نہ تھے کبھی مژہ خونچکاں سے جو
ان کا بھی اور رنگِ طبیعت ہے اِن دنوں

★

دلوں کو رازِ ساحل بحرِ غم کا مل ہی جاتا ہے
ہزاروں غرقِ اکثر یہ سفینے ہوتے رہتے ہیں

فراقؔ! اس تک پہنچنے کے مدارج سے میں واقف ہوں
مگر زیر و زبر پیہم یہ زینے ہوتے رہتے ہیں

ازل سے تیری بزمِ ناز محوِ خوش کلامی ہے
سکوتِ چشم سے بھی کچھ فسانے ہوتے رہتے ہیں

نگاہِ یار کا ہر وعدہ پورا ہو گیا، لیکن!
دلِ بیتاب کے اب تک تقاضے ہوتے رہتے ہیں

ازل سے انقلاب سر بسر ہے عشق کی ہستی
فراقؔ ان کے اشارے سے اشارے ہوتے رہتے ہیں

★

دُنیا کو میں بچا کر دُنیا کو دیکھتا ہوں
بیگانہ وش جو اُٹھے وہ چشم آشنا ہوں

کچھ کام عاشقی سے بگڑوں نے بھی سنوارے
میں قیس و کوہکن کی تقدیر سوچتا ہوں

سب سے بڑا گنہ ہے معصومئ محبت
اب بخش یا سزا دے مجرم ہوں بے خطا ہوں

دردِ فراقِ جاناں، سوز و گدازِ پنہاں
آرام دے رہے ہیں، آرام پا رہا ہوں

★

دیکھنے والے ترے آج بھی بیدار سے ہیں
آج بھی آنکھ لگائے رسن و دار سے ہیں

سرفروشانِ محبت پہ ہیں احسان ترے
تیرے ہاتھوں یہ سُبکدوش ہی گرانبار سے ہیں
تو تو نادم نہ کر اے یار کہ تجھ پر مت کر
خود ہی ہم اپنی نگاہوں میں گنہگار سے ہیں
آہ یہ اتنے دنوں بعد تری پرسشِ غم
شکوے اک عمر کے اپنے دلِ بیزار سے ہیں

★

وحشتیں بڑھ گئیں حد سے ترے دیوانوں میں
بستیاں ڈھونڈ رہی ہیں انہیں ویرانوں میں
بزم سے بے خود و بیتاب نہ کیوں ہو ساقی
موجِ بادہ ہے کہ درد اُٹھتا ہے پیمانوں میں
"جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کر اُٹھے"
گرمیاں ہیں کچھ ابھی سوختہ سامانوں میں
اب وہ رنگِ چمن و خندۂ گل بھی نہ رہے
اب وہ آثارِ جنوں بھی نہیں دیوانوں میں
اب نہ وہ رات جب اُمیدیں بھی کچھ تھیں تجھ سے
اب نے وہ بات غمِ ہجر کے افسانوں میں

ایک ہو جائے نہ جب تک سرحدِ جوشِ جنوں
ایک ہو کر چاکِ دامان و گریباں کچھ نہیں

دیکھنی تھی دیکھ لی اس چھیڑ کی بھی سادگی
بے دلوں ہیں یہ تبسّم ہائے پنہاں کچھ نہیں

★

خودی نے میری ہستی کو بنایا وادیٔ غربت
میں نہیں وہموں کے ہاتھوں دورہوں منزل سے منزل میں

لرزتی ہو نسیمِ صبح خوفِ خونِ ناحق سے
رنگی ہے ہر گلِ تر کی قبا خونِ عنادل میں

یہ کیا ڈوبیں گے بحرِ عشق کی یہ تھاہ کیا لیں گے
کسی کے پاس دل بھی ہو سکے ایسا ان ساحل میں

کوئی دل چھوڑ کر جاتا ہے کر لو صبر دلِ زدہ
تمہیں اک فراق اب بس رہ ہوا اُجڑی محفل میں

★

نگاہِ اولیں سے ہو کے برباد
تقاضائے دگر ہی اور میں ہوں

تری جمعیتیں ہیں اور تو ہے
طوافِ در بدر ہی اور میں ہوں

★

دے پیامِ حیات اور کہ عشق
قائلِ جبر و اختیار نہیں

ٹھہری ٹھہری سی جیسی برقِ حیا
نگہ یار بے قرار نہیں

★

نہ ہو احساس تو سارا جہاں ہے بےحس و مردہ!
گداز دل ہو تو دکھتی رگیں ملتی ہیں پتھر میں

نشیمن جل رہے ہیں، ہر چمن شعلہ بداماں ہے
یہ کس نے بجلیاں رکھ دی تھیں ہر برگِ گلِ تر میں

دلِ غمگیں! ذرا آواز دینا عمرِ رفتہ کو
یہ حسرت آج کیسی ہے نگاہِ نازِ دلبر میں

یوں ہی کچھ بیقراری میکشوں کی کم نہ تھی ساقی!
چھری سی آج کیوں کھنچ کھنچ کے رہ جاتی ہے ساغر میں

چھڑا اس رنگ سے افسانۂ بے دردیِ قاتل
شہیدِ ناز کو نیند آ گئی آغوشِ خنجر میں

چھپا بھی کچھ نہیں رہتا، نظر بھی کچھ نہیں آتا
اسی کو ہم ترا دیدار ہو جانا سمجھتے ہیں

یہ کوئی منصفی ہے تجھ کو الزام جفا دینا
نہ جانے غمگسارِ عشق تجھ کو کیا سمجھتے ہیں

یہی ضد ہے تو خیر آنکھیں اُٹھاتے ہی نہیں ہم اس جانب
مگر اے دل ہم اس ہی جان کا کھٹکا سمجھتے ہیں

کہیں ہو، تیرے دیوانے ٹھہر جائیں تو زنداں ہے
جدھر کو مُنہ اُٹھا کر چل پڑے صحرا سمجھتے ہیں

★

شبنم نے بھریں ٹھنڈی آہیں دل خون ہوا ہر غنچہ کا
کیا اُٹھتے درد کے عالم کی ہر موجِ صبا تصویر نہیں
اُمیدوں پہ چلتی ہے دُنیا ہم ایسوں کا چلتا رہ جاتا
اے پوچھنے والے اس کے سوا کچھ بگڑی ہوئی تقدیر نہیں

★

کہنے کو عشق کیا ہو کبھی نہیں پائے خراب
وہ گنتہ کہ تے ہی کیوں ہیں کہ جسے کر نہ سکیں

★

جو رگِ جاں سے بھی ہے بڑھ کے قریب
کیوں پتہ اس کا دور دور نہیں
خستگی مہر و ماہ کی مت پوچھ
کون مے خانہ ہے جو چور نہیں

★

دلِ ہر قطرۂ شبنم بھر آیا، بات اتنی تھی
کھلی کے مسکرانے میں سنائی دے گئیں آہیں

★

کبھی کبھی جو تجھے آنکھ اٹھا کے دیکھا تھا
حریفِ عمرِ بقا ہیں وہ نیم لمحے بھی

★

جلوۂ دار و رسن آئینۂ رنگِ سکوت
لب کشائی پر حقیقت کا بھرم کھلتا نہیں

یوں بھی آتی ہے قیامت اے خرامِ نازِ یار
مٹ کے بھی دُنیا محبت کی تہ و بالا نہیں

★

گویا ازل کے دن سے جہاں دیدگانِ عشق
دُنیا کے سرد و گرم اُٹھائے ہوئے سے ہیں
اکثر سکوتِ ہجر میں گر غور سے سُنیں
آتی ہیں یہ صدائیں ہم آئے ہوئے سے ہیں
یہ مہر و ماہ گردِ سرِ راہ ہیں جہاں!
ہم اس زمیں کی خاک اُڑائے ہوئے سے ہیں
یوں بیٹھے ہوئے سے ہیں گُم گشتگانِ عشق
تیری نظر کی چوٹ بھی کھائے ہوئے سے ہیں

★

سرخوشی میں بھی چونک اُٹھتا ہوں
تیرے غم کی نشانیاں نہ گئیں
اب تو زعمِ وفا مجھے بھی نہیں
کیوں تری سرگرانیاں نہ گئیں

اہلِ غم کو تیرا پیمانِ وفا!

یاد تو کیا ہے مگر بھولا نہیں

خوش بھی ہو لیتے ہیں تیرے بیقرار

غم ہی غم ہو عشق میں ایسا نہیں

زندگی اے دوست غم کا نام ہے

یہ تو شاید شکوۂ بے جا نہیں

★

آج آغوش میں تھا اور کوئی

دیر تک ہم تجھے نہ بھول سکے

★

اے دوست! اہلِ درد کے رازِ سکوں نہ پوچھ

مدت ہوئی نگاہ تری مہرباں نہیں

★

عشق کیا حُسن کا خلوصِ نہاں

حُسن کیا عشق کی بس اک چمکار

★

اے نگاہِ پریشاں تو نے یہ کیا کر دیا
آج دل کو دیکھ کر میں نے کبھی پہچانا نہیں

★

ابھی سے ہے نظر انجام پہ فرقت نصیبوں کی
سمجھ بیٹھے ہیں پہلے سے سحر وہ شامِ ہجراں کو
شکستِ رنگ سے آئینہ دار کبھی چپ تھے
چمن کے پردے میں دیکھا جنہوں نے صحرا کو
نثار پرستشِ شبنم سے، ترے کرم کے نثار
ہیں غیرتیں بھی کچھ اے دوستِ عشقِ رسوا کو
بتائیں کیا درد دیوار کی جنوں خیزی!
یہ گھر وہ ہے جو اٹھا لائے گھر میں صحرا کو
خبر سمجھو ان کی بھی کچھ رکھتے ہو رنگ بو والو
جو کانٹے چلے جاتے ہیں راہِ صحرا کو

★

صحبتِ شب کی داستاں اس میں سمٹ کے آگئی
پچھلے پہر کو بزم میں شمع کی تھرتھری تو دیکھ

★

کٹ جاتی ہے اب بھی کٹنے کو لیکن اک وہ بھی زمانہ تھا
جب رات رات سی ہوتی تھی، جب صبح صبح سی ہوتی تھی
وہ رات فراق ہے یاد مجھے اب تک وہ صبح نہیں بھولی
جو کٹتے کٹتے کٹتی تھی، جو ہوتے ہوتے ہوتی تھی

★

نہ سہی دولتِ دنیا ترے جانبازوں کی
ملکیت صبحِ ازل سے رسن و دار تو ہے

★

موجِ ہوا کے ہاتھ میں ہے دامنِ بہار
سر پیٹتا ہے کوئی کھڑا راہ پر تری

صبحِ شبِ فراق ہوئی، اور ابھی فراق!
بیٹھا ہے اپنے گھر کو کئے رہگذر ترّی

★

پکڑا لیا سرِ محشر کسی نے ہاتھ مرا
بس آج مل گئی اپنی وفا کی داد مجھے
یہ انقلاب دلوں کا بھی کم ہوا ہو گا
نہ میں ہوں یاد تمہیں، اب نہ تم ہو یاد مجھے

★

جس طرح تار میں نغمہ ہے نہاں پھولوں میں بو
میری رگ رگ میں اس طرح ہے پنہاں کوئی
داغِ دل یاد بہاری کے اُبھر آئے ہیں!
آہ! سمجھا ہی نہیں رازِ گلستاں کوئی
کہیں اُٹھتے ہیں کہیں پڑتے ہیں پائے رنگیں
مجھ تک آتا ہے بہ اندازِ گریزاں کوئی

★

اب ماورائے وہم و گماں ہے سکوتِ حسن!
وہ سن چکے فسانۂ غم، ہم سنا چکے

اب حسن کی گھٹیں کہ بڑھیں فتنہ خیزیاں
مدت ہوئی کہ ہوش میں دیوانے آ چکے

اے دل حیاتِ عشق کا پانا محال ہے
ہم جان تک تو اپنی اسی میں گنوا چکے

ان گردشوں میں کاوشِ صبر و سکوں ہو اب
آوارگانِ دشتِ جنوں خاک اڑا چکے

آوارگانِ غم کو ٹھکانہ ملے کہیں
دامانِ دشت کو بھی گریباں بنا چکے

☆

اس درجہ نہیں بیکسیٔ شامِ غم اپنی
اٹھ جاتے ہیں تاروں کے ادھر دیدۂ تر بھی

گذرا ہے فراقِ وطن آوارہ ادھر سے
کچھ چاک گریباں بھی تھا کچھ خاک بسر بھی

ساغر ہو کہ نرگس ہو کہ تارے ہوں
ہر آنکھ میں دیکھا ہے اِک عالم بے خبری
یا یاد نہیں کچھ بھی یا کچھ بھی نہ بھولا تھا
ہشیاری تو ہشیاری، بے خبری تو بے خبری

★

سوئے ہوئے نصیب نہ جاگے ہمارے حیف
ہنگامے تیری چال سے لاکھوں بپا ہوئے
مجبوریاں کسی کی نہیں بھولتی ہمیں
چرچے ہمارے عشق کے جب جا بجا ہوئے
جی بھر کے دیکھنے بھی نہ پائے تھے ہم تجھے
تجھ پر نثار دل ہے مگر بارہا ہوئے
گو عشق کو نہ سمجھے غمِ ہجر میں فراق
یہ تو ہوا کہ حسن کے راز آشنا ہوئے

★

کن مشکلوں میں شکوۂ بیجا ہے حُسن کا!
پیدا ہے جو رُسن سے بھی شانِ دوستی
اُٹھتی ہے پھر نگاہِ کرم مدتوں کے بعد
لے کر جلو میں صد سرو سامان دوستی
ہر سو چمن میں تری اے بہارِ ناز
پھیلی ہوئی ہے بوئے پریشانِ دوستی
کھلتا نہیں ہو صاف پیامِ نگاہِ لُطف
اِک تیرِ نیم کش ہے یہ پیمانِ دوستی

★

دل اپنا ڈوب چلا جب تو ذکرِ ساحل کیا
یہ تاڈ بیٹھ کے دریائے غم کی تھاہ تو دے
سرِ دل ہے کھیلتی موجِ فنا گذر جائے
اُترنے والوں کو دریائے عشق تھاہ تو دے

★

اے دوست یہ کوئی زندگی ہے — جو تجھ سے بچھڑ کے کٹ رہی ہے
دے جی کے ثبوتِ مرگ ناداں — مرنے کی ہوس کم آگہی ہے
اے دردِ فراق و غمِ یار — بیتاب کبھی ہوں میں صبوری بھی ہے

★

جو تیر کی جانب خود کھاگئے دل بھی ہرن کس صحرا کا
اے اچھی آنکھوں والو! تم نے ایسی وحشت بھی دیکھی
کچھ کھویا ہوا کچھ ڈھلتا ہوا راحت ہے فراق نہ کلفت ہے
جو دیکھی جائے نہ آنکھوں سے اس دل کی وہ حالت بھی دیکھی

★

کیا راہ ہے راہِ محبت کی سانس آتے آتے ٹوٹ گئی
کیا بار ہے بارِ محبت کا، دو گام میں ہمت چھوٹ گئی
آگے شاید پڑتا ہے عدم کچھ ٹھیک ہمیں معلوم نہیں!
یہ درد کی حد ہے فراق یہیں سے دل کی بستی چھوٹ گئی

رکھ لی جنہوں نے کشمکش زندگی کی لاج

بے دردیاں نہ پوچھئے ان سے حیات کی

اس بزم بیخودی میں وجود و عدم کہاں

چلتی نہیں ہے سانس حیات و ممات کی

★

دیارِ عشق آیا کفر و ایماں کی حدیں چھوٹیں

یہیں سے اور پیدا کہ خدا اور اہرمن کوئی

★

پیامِ کیفِ عدم نغمۂ مجاز بھی ہے

نوائے سازِ صدائے شکستِ ساز بھی ہے

حیاتِ ہو کہ اجل سب سے کام لے غافل

کہ مختصر بھی ہے کارِ جہاں دراز بھی ہے

پڑے ہوئے ہیں جو تمیزِ ہوش و مستی میں

کچھ ان سے کہنے کو وہ چشم نیم باز بھی ہے

کچھ عجیب کشمکش ہوش و بیخودی ہے فراق!

کہ مختصر بھی شبِ ہجر ہے، دراز بھی ہے

سازِ وہ قطرے میں سوز وہ ذرّے ذرّے میں
یاد تری کسے نہ تھی، درد ترا کہاں نہ تھا

عشق کی آزمائشیں اور فضاؤں میں ہوئیں
پاؤں تلے زمیں نہ تھی، سر پہ یہ آسماں نہ تھا

سوزِ نہاں میں وہ قرار، قلبِ تپاں میں وہ گداز
شعلہ تو تھا، تڑپ نہ تھی، آگ تو تھی دھواں نہ تھا

غفلتِ حسن جاگ اُٹھی اور زبانِ عشق پر
آہ نہ تھی، فغاں نہ تھی، غم کا کوئی نشاں نہ تھا

ایک کو ایک کی خبر منزلِ عشق میں نہ تھی!
کوئی بھی اہلِ کارواں، شاملِ کارواں نہ تھا

کس کے حواس تھے بجا کون تھا اپنے ہوش میں
وقتِ بیانِ غم کوئی مائلِ داستاں نہ تھا

دیکھ فضائے دہر کو کیفِ عدم سے بھر دیا
اے دلِ درد آشنا مٹ کے کبھی میں کہاں نہ تھا

عشق نے اپنی جان کو روگ کئی لگا لیے!
ہجر و وصال، اُمید و بیم کون وبالِ جاں نہ تھا

اب نہ وہ پرسشِ کرم اب نہ وہ چشمِ آشنا!
شکوۂ عشق برطرف تجھ سے تو یہ گماں نہ تھا
پھر بھی سکونِ عشق پر آنکھ بھر آئی بارہا!
گو غمِ ہجر بھی فراق! کچھ غمِ جاوداں نہ تھا

★

قفس سے چھٹ کے وطن کا سراغ بھی نہ ملا
وہ رنگِ لالہ و گل تھا کہ باغ بھی نہ ملا
کھُلا ہے ہوش میں آ کر فریبِ بادہ کشی
سیاہ کاروں سے دامن کو داغ بھی نہ ملا
نگاہِ مست وہاں لے گئی محبت کو
جہاں کا ہوش و جنوں کو سراغ بھی نہ ملا
یہ جوشِ مے، یہ بھرا میکدہ، یہ ابر، یہ باد!
نہ ہے نصیب کہ خالی ایاغ بھی نہ ملا

★

ابھی تو اے غمِ پنہاں جہاں بدلنا ہے
ابھی کچھ اور زمانہ کے کام آئے جا

کھلیں نہ حسن کی فطرت کے راز عاشق پر
برت خلوص بھی، جھوٹی قسم بھی کھائے جا

فسونِ نیم شبیِ نرگسِ خمار آلود
ترے نثار، یہ جادو ابھی جگائے جا

فراق! چھیڑ دیا تو نے کیا فسانۂ درد
سمجھ میں کچھ نہیں آتا، مگر سنائے جا

★

کبھی کبھی تو حسن کو بھی درگذر ہی ہے
سکوتِ یاس پہ رنہ جا کچھ آج یاد آ گیا

جمال کا سکون بھی ہے موجِ لرزشِ خفی
کچھ اضطراب حسن کو سنا ہے صبر آ گیا

خبر نہ جن کی تو نے لی، وہ لوگ اب فسانہ ہیں
پتہ نہ جس کا تھا تجھے وہ غم دلوں کو کھا گیا

میں پوچھتا تو ہوں مگر جواب سے لئے نہیں
یہ کیوں تری نظر پھری یہ کیوں بدل گئی ہوا

بس ایک رہروانِ راہِ عشق کا پیام ہے
نہ ہوش ہی سے موڑ مُنہ نہ غفلتوں سے باز آ

یہ سوز و ساز عشق ماورائے وصل و ہجر ہے
ہزاروں ایسی حسرتوں کو خاک میں ملا دیا

★

صدائے بازگشت بھی دیارِ عشق میں نہیں
جواب کا تو خیر ذکر کیا، مگر پکارے جا
فضائے کائنات آنکھ کھولتی چلی فراق
یہ نغمہ ہائے زندگی، سنائے جا سُنائے جا

آج بھی قافلۂ عشق رواں ہے کہ جو تھا
وہی میل وہی سنگِ گراں ہے کہ جو تھا

منزلیں عشق کی تا حدِ نظر سونی ہیں
کوئی رہرو نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے کہ جو تھا

عافیت کا بھی محبت میں تھا اک دور مگر
پھر وہی اہلِ زیانِ دل و جاں ہے کہ جو تھا

رات بھر حسن پہ آئے بھی گئے بھی سو رنگ
شام سے عشق ابھی تک نگراں ہے کہ جو تھا

★

لاکھ کر جور و ستم لاکھ کر احسان و کرم!
تجھ پہ اے دوست وہی وہم و گماں ہے کہ جو تھا

آنکھ جھپکی کہ ادھر ختم ہوا روزِ وصال
پھر بھی اس دن پہ قیامت کا گماں ہے کہ جو تھا

پھر وہی رنگِ تکلم نگہِ ناز میں ہے
وہی انداز وہی حسنِ بیاں ہے کہ جو تھا

کب ہے انکار ترے لطف و کرم سے لیکن

تو وہی دشمنِ دل دشمنِ جاں ہے کہ جو تھا

پھر تری چشمِ سخن سنج نے چھیڑی کوئی بات
وہی جادو وہی حُسنِ بیاں ہے کہ جو تھا
پھر سرِ میکدۂ عشق ہے اک بارشِ نور!
چھلکے جاموں سے چراغوں کا سماں ہے کہ جو تھا

★

یہ کہہ کے ڈالی بنائے دل دستِ غیب نے گلشنِ جہاں میں
چمن کے ہر خار و خس کے نیچے دبا ہوا اک شرار ہوگا
نہ پوچھ کس کا وثقِ نہاں سے، سکون سا آچلا دلوں میں
اُمید تھی پردہ دار جس کی وہ راز اب آشکار ہوگا
کہیں مٹانے سے مٹ سکی ہیں نشانیاں کشتگانِ غم کی
طلسم اندر طلسم ہوگا، مزار اندر مزار ہوگا
درازیِ شامِ غم کے ہاتھوں، تڑپتے دل بھی ٹھہر چلے ہیں
بچھڑ کے تجھ سے کوئی کہاں تک ستم کشِ انتظار ہوگا
نثارِ پیمانِ دوستی کے، مگر ہے گردش میں آسماں بھی
جو یادِ ماضی پہ منحصر ہو وہ عہد کیا استوار ہوگا

جو موت سے شرطِ بد کے سوئے تھے جاگ اُٹھے اِک اشارہ پا کر
اُنھیں بھی ہشیار کرنے والا فراقِ غفلت شعار ہوگا

★

دل اُمڈا سا آنکھ بھری سی! آج تو حسن بھی ہے اپنا سا
بے لنگر ہے ترِ کم کی کشتی! روپ بھی ہے چڑھتا دریا سا
آج یہ کون ہے میرے آگے کچھ دیکھا کچھ ان دیکھا سا
غم میں ترے جینے والوں کو دیتی ہے خود موت دلاسا سا
آہ! ترے غم کا دل بادل عالم عالم چھایا ہوا سا

★

وہی ہے اس نگہِ مست کی سیہ کاری!
گناہِ عشق بھی دامن کو دھو چکا کب کا
اُمید دار ابھی تک ہے عشق کی دُنیا
دلِ حزیں تو سُنا جان کھو چکا کب کا
فراقؔ! اور کوئی داستانِ عشق سُنا
فسانۂ غم و شادی تو ہو چکا کب کا

★

ترا وصال بڑی چیز، مگر اے دوست!
وصال کو مری دُنیائے آرزو نہ بنا

★

نہ پوچھ تیری محبت میں ہاتھ کیا آیا
نہ چاہیئے مجھے اب کچھ بھی اور کھو پایا
تجھے تجھ سے یا تجھے رنگ سے بے خبر اے دوست
یہ جان بوجھ کے دھوکا دلوں نے کیوں کھایا
نگاہ ہوش ربا تک تو تھے حواس بجا
میں کھو گیا ہوں ان آنکھوں کا جب پتہ پایا
تو عشق ہی کی پشیمانیوں کو روتا ہے
تجھے خبر ہی نہیں حسن بھی تو پچھتایا
دلوں نے تجھ سے بھی جس کو بچا کے رکھا تھا
نگاہِ یار! وہی درد آج کام آیا

★

بغیر علم بھی جیسے ہوائیں چلتی ہیں!
یوں ہی کبھی اہل محبت کو یاد آئے جا

★

کئی بجلیاں بے گرے گر پڑی ہیں
ان آنکھوں کو اب آگیا مسکرانا

جو تارِ نظر تھرتھرائے تھے تیرے
وہی تھا وہی تیرے غم کا ترانہ

یہ دردِ نہاں کیا یہ نوید بتاں تھا
محبّت کا دھوکا نظر کا بہانہ

الم کیا خوشی کیا کہ دیکھا ہے ہمنے
الم کا ہنسانا، خوشی کا رُلانا

تجھے یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں
محبت ہے شاید تجھے بھول جانا

اسی دل کی قسمت میں تنہائیاں ہیں
کبھی جس نے اپنا پرایا نہ جانا

★

آج تو سازِ خموش ہے عالم
آج تو اس کو پکارا ہوتا

ہم بھی فراق! انسان تھے آخر
ترکِ محبت سے کیا ہوتا

★

یوں ہی کیا کم ہے تری یاد کہ دل کو چھیڑیں!

زلفِ پُرخم، لبِ رنگیں، نگہِ ناز خُدا را
تنگی و وسعتِ کونین میں نسبت کیسی!

دیرِ تو یہ سے درِ میکدہ ہو باز خُدا را

★

عشق کے اضطراب میں پہلے نہ تھیں یہ نرمیاں
سوزِ نہاں کے بھیس میں کون یہ مسکرا دیا
عشق کی رو میں آ گئے حُسن کے قرب و دید بھی
میری نگاہ شوق نے مجھ کو کہاں چھپا دیا
غم ہی تو ہے بڑھا دیا، دل ہی تو ہے دکھا دیا
اتنے پر اس نگاہ کو لوگوں نے کیا بنا دیا
پچھلے پہر تو کم سے کم ہجر میں کچھ سکون ہو
ہم نے دلِ غریب کو رات رہے سلا دیا
عشق پر آج کُھل گئے دوریؔ و قرب کے فریب
گمشدگیؔ دید نے یہ بھی حجاب اُٹھا دیا

★

موجِ تبسمِ نہاں! جس نے سکوتِ عشق کا
سلسلۂ درازِ غم، اور بھی کچھ بڑھا دیا
آنکھ چرا رہا ہوں میں اپنے ہی شوقِ دید سے
جلوۂ حسنِ بے پناہ! تو نے یہ کیا دکھا دیا
راز نہ اس کو کھل سکا، یوں تو تری نگاہ نے
درد اٹھا، اٹھا دیا، رنگ اڑا، اڑا دیا

★

خوشی کے واسطے پیدا ہوا ہے کون دنیا میں
مگر ہر غم بھی اہلِ درد کے شایاں نہیں ہوتا
بجا یہ آہ و زاری، چشمِ پُرنم بھی بجا، لیکن
غمِ ہجراں بھی سنتے ہیں، غمِ جاناں نہیں ہوتا
وہی ہے مصر میں ہر کوچہ و بازار کی رونق
مگر ہر بکنے والا یوسفِ کنعاں نہیں ہوتا
ہمارا تجربہ یہ ہے کہ خوش ہونا محبت میں
کبھی مشکل نہیں ہوتا، کبھی آساں نہیں ہوتا

نگاہِ اہلِ دل سے انقلاب آئے ہیں دُنیا میں!
یقیں رکھ عشق اتنا بے سروساماں نہیں ہوتا

★

پھر بہت بے کیف ہیں موت وحیات!
ہاں ان آنکھوں کی کہانی پھر سُنا
جو نہیں بھولی، نہ جس کی یاد ہے
زندگی کی وہ کہانی پھر سُنا

★

کیا انقلاب اے دلِ ناشاد ہو گیا!
مجبور ہو کے اُن سے میں آزاد ہو گیا

★

کیا نیند آئے اُس کو جسے جاگنا نہ آئے
جو دن کو دن کرے، وہ کرے رات کو بھی رات
اہلِ رضا میں شانِ بغاوت بھی ہو ذرا
اتنی بھی زندگی نہ ہو پابندِ رسمیات

ہم اہلِ دل ہیں چشمِ کرم سے بھی بے نیاز
حُسن اے نگاہِ یار! اب اگر آ پڑی ہے بات

پیدا کرے زمین نئی، آسماں نیا
اتنا تو لے کوئی اثرِ دورِ کائنات

مجھ کو تو غم نے فرصتِ غم بھی نہ دی فراقؔ
دے فرصتِ حیات نہ جیسے غمِ حیات

★

تھی فقط کیفیتِ بادہ کشی تیرے ساتھ
یوں تو اس دور میں گردش میں نہ تھی جام بہت

دوش و گردن کیلئے ہو گئے چھٹتے ہی وبال
پر پرواز پکھیرو کیلئے تھے نہ دام بہت

اور بھی کام ہیں دنیا میں غمِ اُلفت کو
اُس کی یاد اچھی نہیں اے دلِ ناکام بہت

عشق سے درد کا خود عشق کو احساس نہیں
کھنچ گیا بادہ سے بھی دردِ تہ جام بہت

یہ بھی ساقی! بس اک اندازِ سیہ مستی تھا
کرچکے توبہ بہت توڑ چکے جام بہت
پاس و اُمید سے وعدہ کو ترے کیا نسبت
طول اب کھینچ چکی صبح بہت، شام بہت
اس نئے ترکِ جفا ترکِ تغافل کے نثار
عشق زندہ ہے تو دُنیا میں ہیں آلام بہت

★

جلوہ گر ہوتا ہے کوئی، رہنماتی ہو حیات
ٹوٹتا ہے مدتوں کے بعد خوابِ کائنات
حُسن کا جادو جگائے اِک زمانہ ہو گیا
اے سکوتِ شامِ غم پھر چھیڑ ان آنکھوں کی بات
صلح کُل وہ کیا؟ سراسر جو نہ ہو شانِ جہاد
زندگی کو یوں نہ کر ناداں! اسیرِ رسمیات
پیش خیمہ نظمِ نو کا ہے یہ دورِ کشت و خوں!
موت کے ہاتھوں سجائی جائے گی بزمِ حیات

سر اُٹھا ہاں سجدۂ دیر و حرم سے سر اُٹھا
وہ جھلکتی ہے افق پر آستانِ کائنات

کیا ہوا کچھ بھی نہیں اور یوں تو سب کچھ ہوگیا
معنیِ بے لفظ ہیں اے دوست دل کی واردات

میں نے اس آواز کو پالا ہی مرمر کے فراق
آج جس کی نرم لَو ہے شمعِ محرابِ حیات

★

بازیِ عشق کی پوچھ نہ بات
جیت کی جیت ہی مات کی مات

اپنا دیس بھی اب ہے بدیس!
اپنی خبر بھی دور کی بات

جلنے والے جی لیں گے
اب نہ ملو گے؟ اچھی بات

★

کچھ اس طرح نگہِ یار شرمسار ہے آج
سکونِ غفلتِ ہستی بھی بے قرار ہے آج

چمن میں کھوئے ہوئے سے ہیں رنگ و بوئے وفا
بہارِ باغ بھی گم کردہ بہار ہے آج

نیا ہے جاتے ہیں آدابِ مے کشی ورنہ
نہ کوئی مست ہے ساقی نہ ہوشیار ہے آج
اُٹھا اُٹھا نگہِ آشنائے صبحِ حیات!
گراں دلوں پہ بہت دورِ روزگار ہے آج
کبھی وہ آئینہ دارِ بہار بھی ہوگا
چمن میں سر بگریباں جو غنچہ دار ہے آج
متاعِ دردِ نہاں تھی دلِ حزیں میں جہاں
اسی طرف نگہِ یار غمگسار ہے آج
کسی کی یاد میں یہ لرزشِ خفی کیسی
سکونِ عشق ہے کیوں حُسن بے قرار ہے آج
نگاہِ یار! تغافل شعاریوں کے نثار
ترا کرم تری پرسش بھی ناگوار ہے آج
لرز رہی ہے فضا عالمِ محبت کی
کچھ اس طرح نگہِ یار شرمسار ہے آج
فراقؔ! رازِ سکوتِ زباں دراز نہ پوچھ
خطابِ حُسن باندازِ اختصار ہے آج

دلوں کا سوز ترے روئے بے نقاب کی آنچ
تمام گرمیِ محفل ترے شباب کی آنچ!

لہکتے سبزے ہیں ابرِ بہار کی مستی
دہکتے پھول میں چھلکی ہوئی شراب کی آنچ

پناہ مانگ رہی ہے ہری بھری دُنیا
نہ پوچھ آہ دلِ خانماں خراب کی آنچ

یہ آ گیا ہے یہاں کون کافرِ معصوم
کہ ٹھنڈی پڑ گئی دوزخ سے بھی عذاب کی آنچ

سحر کی تازہ دمی، چڑھتی دھوپ کی گرمی
تری نگاہ کی ٹھنڈک، ترے شباب کی آنچ

رُکی رُکی سی لبِ شوق پر ہے عرضِ وصال
کہ پھونک دے نہ ترے زیرِ لب جواب کی آنچ

شعاعیں پھوٹ کے جیسے فضا میں گم ہو جائیں
چھلکتے جام میں یہ چشمکِ حباب کی آنچ

یہ مہر و ماہ بھی اُڑتے ہوئے شرارے ہیں
کہ عرش تک ہے محبت کے پیچ و تاب کی آنچ

سمیٹ رکھے ہیں روح القدس نے پر اپنے!
پہنچ رہی ہے کہاں تک اس اضطراب کی آنچ

★

مستیوں میں یک بیک آنا حجاب
جیسے چھائے جھوم کر ابرِ بہار
کیوں کیا پاسِ دلِ عجلت پسند
جس کی ہستی ہے سراپا انتظار
شوخیوں میں جلوہ ہائے صبحِ حشر
مستیوں میں عالمِ شبہائے تار
سامنا ہے اُس کے جلووں کا فراق
حس کا چھپنا بھی ہے برقِ بیقرار
مضطرب بھی، پرسکوں بھی، سنگم بھی عشق
شعلہ وار، آئینہ وار، آشفتہ وار
زندگانی کیلئے کیوں ہو گئیں
دامنِ دل کی ہوا نا سازگار

نالۂ دردِ فراقِ دوست کر
گر نہ بکھریں گیسوئے شبہائے تار

اے فراقؔ! ایسی بھی کیا وارفتگی
یار کو پا کر یہ دردِ ہجرِ یار

روئے خنداں غیرتِ صبحِ بہار — چشمِ پرنم شامِ انجم در کنار
ذرہ ذرہ آفتابِ روزِ حشر — قطرہ قطرہ بحرِ ناپیدا کنار

بے سر و ساماں محبت ہو چلی — بڑھتا جاتا ہے جنوں کا کاروبار
صبح عکسِ جلوۂ روئے نگار — رات موجِ نکہتِ گیسوئے یار

بیٹھے بیٹھے کس کا دھیان آیا فراقؔ
دل امڈ آیا ہے جو پیمانہ وار

پھر ہرے ہیں عشق کے زخمِ کہن — رنگ پھر لایا ہے حسنِ تازہ کار
جاں فزا کیفِ نگاہِ شرمگیں — نشترِ پنہاں دلِ ہستی فگار
اب کہاں وہ دردِ وصل و ہجرِ یار — بھول بیٹھا تجھ کو عشقِ بیقرار
لغزشِ پنہاں سی ہے افلاک پر — اس خرامِ ناز پر پڑتا ہے نثار
بھول جاتے ہیں جہاں کے واقعات — یاد آتے ہیں ترے قول و قرار
اُف! خلوصِ حسن کی نیرنگیاں — سچ بتاؤ کس کو تم کرتے ہو پیار

اپنے مرکز پہ ہیں اب ذراتِ دل
دور پہنچا ترے غم کا انتشار
حسن خود ابِ حسن کے بس میں نہیں
کیا کیا یہ اے دلِ ناکردہ کار

★

تمام کیفِ خموشی تمام نغمۂ ساز
نوائے راز ہی اے دوست! تری آواز
اشارے ہیں یہ بشر کی الوہیت کی طرف
لویں سی دے اٹھی اکثر تری جبینِ نیاز
یہ موجِ نکہتِ جاں بخش یونہی اٹھتی رہے
بہارِ گیسوئے شب رنگ تری عمر دراز
حریفِ جشنِ چراغاں ہے نغمۂ غمِ دوست
کہ تھرتھراتے ہوئے دیکھ اٹھی وہ شعلہ ساز
فراق! منزلِ جاناں سے دے رہی ہے جھلک
بڑھو کہ آ ہی گیا وہ مقامِ دور دراز

★

لبِ جاناں ہیں پھر تبسم ریز
ہو گئی نبضِ کائنات بھی تیز
نگہِ ناز کے بھی ساز نہ چھیڑ
★ یہ بھی ہے اک صدا درد انگیز

دورِ انسانیت کی شان تو دیکھ | گرد ہے آج سطوتِ چنگیز
ہجر اک دردِ انبساط آگیں | وصل بھی اک نشاطِ غم آمیز

دیکھ رفتارِ انقلاب فراقؔ!
کتنی آہستہ اور کتنی تیز

★

ہیں تجھی پر نثار مستی و ہوش | کچھ تو رے چین اے دلِ غم کوش
رسن و دار آج لرزاں ہیں | ذرہ ذرہ ہے پھر دراز آغوش
اب تو وہ سوز و ساز بھی نہ رہا | بزم برخاست شمعِ بزم خموش
جلوۂ مہرِ انقلاب نہ پوچھ | اڑ گئے ظلمتِ حیات کے ہوش

حسنِ صبحِ ازل کی شان فراقؔ
عشق کی بیخودی قیامت کوش!

★

حریفِ سینۂ مجروح و آتشِ غمِ عشق
نہ گل کی چاک گریبانیاں نہ لالے کی داغ
وہ جن کے حال میں لو دے اٹھے غمِ فردا
وہی ہیں انجمنِ زندگی کے چشم و چراغ

جہانِ راز ہوئی جا رہی ہے آنکھ تری
کچھ اس طرح لگا رہی ہے دل کا سراغ
زمانہ کو دپڑا آگ میں یہی کہہ کر
کہ خون چاٹ کے ہو جائے گی یہ آگ بھی باغ
نگاہیں مطلعِ نو پہ ہیں ایک عالم کی
کہ مل رہا ہے کسی پھوٹتی کرن کا سراغ
فراقؔ! بزم چراغاں ہے محفلِ رنداں
سجے ہیں پگھلی ہوئی آگ سے چھلکتے ایاغ

★

خیالِ زلف و رُخ! اے اہلِ زنداں ہوش میں آؤ
دیارِ حُسن کی یہ شام کب تک یہ سحر کب تک
کسی کا حُسن رُسوا ہو گیا پردے ہی پردے میں
نہ لائے رنگ آخر کار تاثیرِ نظر کب تک
خیالِ مرگ کب تک زندگی کا دردِ سر کب تک؟
یہ مانا صبر کرتے ہیں محبت میں مگر کب تک

کسی پر مہرباں ہوتے ہیں لیکن یوں نہیں ہوتے
سراسر لطف کے پردے میں جور سر بسر کب تک

حجابِ حسن اگر ہیں جلوۂ مہر و مہ انجم
نظر کو روکے رکھیں ہم بھی تا حدِ نظر کب تک

سکوتِ عشق میں ہنگامہ زارِ زندگی گم ہو
کریں رودادِ غمہائے نہانی مختصر کب تک

فراقؔ! اندازِ وحشت اب بدل دیں ہوش میں آئیں
رہیں ژولیدہ مو، آشفتہ سر، حیراں نظر کب تک

★

کچھ مضطرب سی عشق کی دنیا ہے آج تک
جیسے کہ حسن کو نہیں دیکھا ہے آج تک!

بس اک جھلک دکھا کے جسے تو گزر گیا
وہ چشمِ شوق محوِ تماشا ہے آج تک

جس سے خلوصِ عشق سے انسانے بن گئے
تجھ کو اسی سے رنجشِ بیجا ہے آج تک

مدّت ہوئی کسی کو مٹے کوئے یار میں
اِک ناتواں غبار سا اُٹھتا ہے آج تک

ہم بنجوانِ عشق بہت شادماں سہی
لیکن دلوں میں درد سا اُٹھتا ہے آج تک

چھیڑا ہے غم نے پھر وہی دل کا معاملہ
جس کو اُٹھا رکھا ہے ان آنکھوں نے آج تک

تو نے کبھی کیا تھا جدائی کا تذکرہ
دل کو وہی لگا ہوا کھٹکا ہے آج تک

اس راز کی خود اہلِ وفا کو خبر نہیں
جس طرح تیرے غم نے نبا ہا ہے آج تک

تا عمر یہ فراق ! یہ جا دل گرفتگی !
پہلو میں کیا وہ درد بھی رکھا ہے آج تک

★

ہے عالم صلح کُل کا جلوہ گاہِ ناز میں لیکن
لچک جاتی ہے رہ رہ کر اس ابرو کی کماں اب تک

جنوں دھیما پڑا فرقت کی راتیں کٹ گئیں لیکن
فضاؤں میں ہے رقصاں بوئے گیسو کا دھواں اب تک

غمِ دوراں کا بس نام آ گیا تھا باتوں باتوں میں
فراق! اہلِ وفا سے وہ نظر ہے بدگماں اب تک

★

حسن ہے دریا عشق ہے شعلہ
پانی میں لگ جائے نہ آگ

دریا دریا گریۂ عشق
صحرا صحرا عشق کی آگ

آتے ہی جل اٹھے چراغ
روپ ہے تیرا دیپک راگ

پریم اور روپ کی لیلا ہے
کیا لگاؤ کہاں کی لاگ

بولتا ساز ہے روپ کسی کا
چھیڑا ہوا ہے پریم بہاگ

کومل پاؤں پڑا ہے لیکن
جیسے دھرتی جاتے جاگ
حُسن نے جب ہنس کر چھیڑا
لایا عشق ہزاروں راگ
جھلمل جھلمل تیرا روپ
جگ مگ جگ مگ تیرا سہاگ

★

اہلِ دل کو کوئی خوشی نہ ملال
اب تو بس ہیں ہم اور تیرا خیال
زندگی کروٹیں بدلتی ہے
تھرتھراتا ہے نظم ماضی و حال

★

ساکت ساکت شورشِ عالم — دل کی صدا بھی مدھم مدھم
رنگ ہے کس کا روپ ہے کس کا — نکھرا نکھرا، مبہم مبہم
جاتی بہاریں، آتی بہاریں — دونوں کا حاصل دیدۂ پُرنم

عشق میں سچ ہی کا رونا ہے　　جھوٹے ہیں تم جھوٹے ہیں ہم
حاصلِ عشق یہی کیا کم ہے　　کچھ مجھ کو غم، کچھ تجھ کو غم
ہم نے بھی آج فراقؔ کو دیکھا
سوزِ مکمل، دردِ مجسّم

★

دل سے ذرّوں کا یہ عالم　　یک جا یک جا، برہم برہم
یاد ہے ان آنکھوں کا وہ عالم　　نشہ بھی کم کم ہوش بھی کم کم
حسن و عشق وہی ہیں لیکن　　ایک وہ عالم ایک یہ عالم
آہ فریبِ چشمِ توجہ!　　ایسا تغافل بھی ہوگا کم
دل کا سنبھلنا سچ ہے لیکن　　درد نہ ہے کم، درد نہ تھا کم
زندہ دلی ہے ختم اسی پر　　جس نے خوشی میں ڈھونڈ لیا غم
گاہ محبّت کی مایوسی!
نرگسِ رعنا پُرنم پُرنم

★

کچھ اشارے تھے جنہیں دُنیا سمجھ بیٹھے تھے ہم
اس نگاہِ آشنا کو کیا سمجھ بیٹھے تھے ہم

ہوش کی توفیق بھی کب اہلِ دل کو ہو سکی
عشق میں اپنے کو دیوانہ سمجھ بیٹھے تھے ہم!
کیا کہیں اُلفت میں رازِ بے حسی کیونکر کھلا
ہر نظر کو تیری دردافزا سمجھ بیٹھے تھے ہم
بے نیازی کو تری پایا سراسر سوز و درد
تجھ کو اک دنیا سے بیگانہ سمجھ بیٹھے تھے ہم
پردۂ آزردگی میں تھی وہ جانِ التفات
جس ادا کو رنجشِ بے جا سمجھ بیٹھے تھے ہم
انقلابِ پے بہ پے ہے ہر گردشِ ہر دور میں
اس زمین و آسماں کو کیا سمجھ بیٹھے تھے ہم
بھول بیٹھی وہ نگاہِ ناز عہدِ دوستی
اس کو اپنی طبیعت کیا سمجھ بیٹھے تھے ہم
باتوں باتوں میں پیامِ مرگ بھی آ ہی گیا
اِن نگاہوں کو حیات افزا سمجھ بیٹھے تھے ہم
اب نہیں تابِ سپاسِ حُسن اس دل کو جسے
بے قرارِ شکوۂ بے جا سمجھ بیٹھے تھے ہم

کان بجتے ہیں محبت سے، سکوتِ ناز کو
داستاں کا ختم ہو جانا سمجھ بیٹھے تھے ہم

★

سر بسر سوز و ساز کا عالم — پیکرِ ناز، راز کا عالم
پل بہ پل کھائے جیسے قوسِ قزح — تیرے قدِ دراز کا عالم
رنگِ امواجِ صبحِ بہار — روپ کو دیتے ساز کا عالم
بزمِ دوشیزگی نگاہوں کی — ایک نازنینِ راز کا عالم

★

عشق فراق اک شعلۂ پنہاں
حسن اک سوز و سازِ مجسّم

★

نور میں ڈوبی ہوئی یہ آدھی رات — نرگسِ نیم باز کا عالم
مسکراہٹ کے نرم شعلوں میں — مثلِ شبنم گداز کا عالم
جسمِ رعنا تمام راز و نیاز — سر بسر سازِ باز کا عالم
ناز و انداز کے شگوفوں میں — نرگسِ فتنہ ساز کا عالم
قدِ رعنا میں بھی لچکتا ہے — تیری زلفِ دراز کا عالم

میرے نغموں کی نرم لے میں دیکھ — جنبشِ پائے ناز کا عالم

سر بسر سوز و سازِ پنہاں ہیں — مئے مینا گداز کا عالم

پیچ در پیچ گیسوئے شب تاب — تیری عمرِ دراز کا عالم

ڈھونڈتا ہوں نظامِ ہستی میں — تیرے راز و نیاز کا عالم

کیف و کم میں گلابی آنکھوں سے — بادۂ خانہ ساز کا عالم

گاہ گاہ اس کے نرم پیکر میں — ایک قلبِ گداز کا عالم

ہم نے دیکھا ہے دیر تک کھو کے — غم کی عمرِ دراز کا عالم

تیری آواز نور کا تڑکا!
نرم آہنگِ ساز کا عالم

★

سب کی حالت ایک ہے ناداں
کون ہے غمگیں، کون ہے شاداں
دل میں اُٹھا کے رکھ لے گلستاں
کر لے علاجِ تنگیٔ داماں
بختِ سیہ گیسوئے پریشاں
یہ بھی شبستاں وہ بھی شبستاں

بے خبری کے ہیں سب عنواں
کون ہے گریاں کون ہے خنداں

حسن ہوا چالاکِ زمانہ
عشق ہے اب تک ناداں ناداں

اس کا پانا ہے وہ کرشمہ!
سوچ تو مشکل، دیکھ تو آساں

بیداری ہے اپنے سہارے
نیند کا جھونکا گردشِ دوراں

قطرہ قطرہ، ذرّہ ذرّہ
سازِ زمانہ، شہرِ خموشاں

بادہ کشوں کو فکر ہے جس کی
بادہ نہ ساغر، برق نہ باراں

ٹکرائیں نہ کہیں ستارے
تیز بہت ہے گردشِ دوراں

بزمِ چراغاں کبھی تاریکی
تاریکی کبھی بزمِ چراغاں

ننھی ننھی سی صبحِ قیامت

رُکی رُکی سی گردشِ دوراں

دونوں گرد و غبارِ منزل

صبحِ وطن یا شامِ غریباں

رہتی دُنیا گونج اُٹھی ہے

بول اُٹھا ہے شہرِ خموشاں

جیسے شفق ہوں شبنم آگیں

اک عالم ہے حُسنِ پشیماں

آنچ قفس والوں تک آئی

اب کے بہت ہے شورِ بہاراں

کس کا خرام پیامِ جنوں ہے

کس کا سکوں ہے سلسلہ جنباں

کاوشِ دوزخ و خلد عبث ہے

پہلے آدمی ہولے انساں

چڑھتی چلی ہے عشق کی قیمت

جنسِ حسن ہے ارزاں ارزاں

عشق کی صورت یاد رہے گی
کچھ غم دیدہ، کچھ غم ساماں

داغِ محبت، رازِ محبت
کم کم پیدا، کم کم پنہاں

وحشت کی پرچھائیں دونوں
شامِ بیاباں، صبحِ گلستاں

ذرّہ ذرّہ، تارا تارا
ششدر ششدر، حیراں حیراں

تجھ سے ملتی کتنی کوئی صورت
پیدا پیدا، پنہاں، پنہاں

آئے گنہگارانِ محبّت
نادم نادم، نازاں نازاں

ڈھونڈ لے مجھ کو دنیا دنیا
صحرا صحرا، زنداں زنداں

ظلمت و نور ہے عشق کی ہستی
تیرہ تیرہ، تاباں تاباں

★

مثالِ قوسِ قزح لہلہا رہا ہے بدن
یہ رنگ و بو کا تموج کہ وجد میں ہے زمین

دمِ وصال زہے نازکیِ حُسنِ بدن!
کچھ اور بڑھتا چلا روپ کا کنوارا بن

قبائے سُرخ میں دیتا ہے رُوپ کیا جوبن
شفق کی اوٹ میں جیسے چراغ ہو روشن

وہ پچھلی شب نگہ نرگسِ خمار آلود!
کہ جیسے نیند میں ڈوبی ہوئی ہو چندر کرن

مرا ہی دل ہے کہ اُس کو اُتار لیتا ہے
کسی کی نرم نگاہی ہے آفتاب شکن

تجھے حیات کی بے صبریوں کا علم بھی ہے
یہ بات الگ کہ ہر اک اپنے حال میں ہے مگن

رُکی رُکی سی یہ آزردگی قیامت ہے
یہ کیا ادائیں ہیں تیری نہ کھل کے روٹھ نہ من

ہمارے حال کی گویا تجھے خبر ہی نہیں
نگاہِ ناز! اب اتنا بھی اہلِ غم سے نہ بن

ترے جمال پہ کیا سادگی برستی ہے
عجیب فتنۂ معصوم ہے یہ بھولا پن

یہ سر سے تا بقدم محویت کا عالم ہے
کسی خیال میں ڈوبا ہوا ہو جیسے بدن

یہ تیرا شعلۂ آواز ہے کہ دیپک راگ
قریب و دور چراغ آج ہو گئے روشن

تری تبسم ہے جوابِ نگاہِ دوشیزہ
مرے تخیلِ معصوم کا اچھوتا پن

جدھر نگاہ کریں سیرِ شبنمستاں ہے
فراقِ حسنِ جہاں پہ ہے آنسوؤں کا کفن

★

نرم فضا کی کروٹیں دل کو دکھا کے رہ گئیں
ٹھنڈی ہوائیں بھی تری یاد دلا کے رہ گئیں

حسنِ نظر فریب میں کس کو کلام تھا مگر
تری ادائیں آج تو دل میں سما کے رہ گئیں

تب کہیں کچھ پتہ چلا صدق و خلوصِ حسن کا
جب وہ نگاہیں عشق کو باتیں بنا کر رہ گئیں

اُف یہ زمیں کی گردشیں، آہ یہ غم کی ٹھوکریں
یہ بھی تو بختِ خفتہ کے شانے ہلا کے رہ گئیں

یاد کچھ آئیں اس طرح بھولی ہوئی کہانیاں
کھوئے ہوئے دلوں میں آج درد اُٹھا کر رہ گئیں

پوچھ نہ ان نگاہوں کی طرفہ کرشمہ سازیاں
فتنے سلا کے رہ گئیں فتنے جگا کے رہ گئیں

تم نہیں آئے اور رات رہ گئی راہ دیکھتی
تاروں کی محفلیں بھی آج آنکھیں جھپکے رہ گئیں

جھوم کے پھر چلیں ہوائیں، وجد میں آئیں پھر فضائیں
پھر تری یاد کی گھٹائیں سینوں پہ چھا کے رہ گئیں

پھر ہیں وہی اُداسیاں پھر وہی سونی کائنات
اہلِ طرب کی محفلیں رنگ جما کے رہ گئیں

کون سکون دے سکا غم زدگانِ عشق کو
بھیگتی راتیں بھی فراق! آگ لگا کے رہ گئیں

★

حیات بھی نہ ہو معراجِ آب و رنگِ زمیں
مرا وجود بھی میرا وجود ہے کہ نہیں

جنہیں ازل سے نہ راس آئے آسمان و زمیں
بہت ہے ایسوں کو فردوسِ وعدہ کی تسکیں

اگر بدل نہ دیا آدمی نے دنیا کو
تو جان لو کہ یہاں آدمی کی خیر نہیں

ہماری زندگیِ عشق کا وہ پہلا خواب
تمہیں بھی بھول چکا ہے، ہمیں بھی یاد نہیں

ہر انقلاب کے بعد آدمی سمجھتا ہے
کہ اس کے بعد نہ پھر لے گی کروٹیں یہ زمیں

کریں گے حسن کو کیا بس میں عقل کے بندے
نظر میں جذب نہیں، کچھ دلوں میں درد نہیں

بہت نہ بے کسیِ عشق پر کوئی روئے
کہ حسن کا بھی زمانے میں کوئی دوست نہیں

ہر اک ابد کا مسافر، ہر ایک خانہ بدوش
سرِ دیارِ محبت، کوئی مکاں نہ مکیں

سرے سے مٹ گئے نقش و نگارِ بزمِ جہاں
وہ حُسن و عشق سے ملنے کی صورتیں نہ رہیں
اگر تلاش کریں کیا نہیں ہے دُنیا میں
بجز ایک زندگی کی طرح زندگی کہ نہیں
یہ نرم و سخت کلامی کی بحث لاحاصل
دلِ غریب سے باتیں کسی کی اُٹھ نہ سکیں
وہ حُسن، عالمِ نیرنگ کی جو ہو تصویر
نظر وہ، بات کو لے جائے جو کہیں نہ کہیں
جنہیں سمجھتے تھے ہم دورِ جاوداں کے حریف
وہ دن تمام ہوئے اور وہ راتیں بیت گئیں
مسافرانِ رہِ عشق کا خُدا حافظ
نہ کوئی رہبرِ دُنیا نہ کوئی رہبرِ دیں
مجھے بھی بے خبری تھی بوقتِ عہدِ وفا
تمھیں بھی ہوش نہ تھا میں نے سچ کہا کہ نہیں
فراقؔ! عشق ہی ایسے میں آڑے آئے تو آئے
حیات نیزہ سنبھالے ہوئے اجل بہ کمیں

★

تو شاد کھو کے اُسے اس کو پا کے غمگیں
فراقؔ! تیری محبت کا کوئی ٹھیک نہیں

اسی متاعِ محبت سے دل ہے مالا مال!
بس ایک دردِ نہاں، اِک غمِ نشاط آگیں

حیات موت بنے موت پھر حیات بنے
تری نگاہ سے یہ معجزہ کبھی دور نہیں

جو کامیاب ہیں دنیا میں اُن کو کیا کہئے
ہے اس سے بڑھ کے بھلے آدمی کی کیا توہین

ہزار شکر کہ مایوس کر دیا تو نے
یہ اور بات کہ تجھ سے بھی کچھ امیدیں تھیں

جھپک جھپک سی گئی ہے بہارِ لالہ و گل
مری نگاہ سے چنگاریاں سی کچھ جو اُڑیں

خدا کے سامنے میرے قصوروار جو ہیں
اُنھیں سے آنکھیں برابر مری نہیں رہتیں

مزاجِ عشق کو لازم ہے اب بدل جانا
کہ کچھ دنوں سے تو سنتے ہیں حسن بھی ہے حزیں

نہ پوچھ عشق کی مجبوریاں کہاں تک ہیں!

ازل کے دن سے تو آزادیاں ہیں زیرِ نگیں

یونہی سا تھا کوئی جس نے مجھے مٹا ڈالا

نہ کوئی نور کا پتلا، نہ کوئی زہرہ جبیں

نگاہِ شاہدِ ہستی کی بینتیں ہیں کچھ اور

بہ رنگ ہو تو کوئی کیا ہو شاد کیا غمگیں

★

جولانگہِ حیات کہیں ختم ہی نہیں!

منزل نہ کر حدود سے دُنیا بنی نہیں

مانا کہ تیرے لطف و کرم میں کمی نہیں

آساں اس قدر تو تری دوستی نہیں

کچھ ٹھوکریں تو کھا کے چمک اٹھیں گی منزلیں

پائے طلب کو فکرِ سلامت روی نہیں

کل تجھ سے چھوٹنے کی خبر ہو سکی نہ راز

لیکن یہ بات آج کسی سے چھپی نہیں

ہم دیکھ کر بھی دیکھ سکیں حُسنِ یار کو
اتنی طویل فرصتِ نظارگی نہیں

تیرے کرم سے بھی نہ ہوئی کم فسُردگی
شاید تری خوشی بھی ہماری خوشی نہیں

کس نے حقیقتوں کے خزانے لٹا دیئے
بے مایہ اس قدر مری بے مائیگی نہیں

حساس کم نہیں ہے محبت بھی اور یوں
اس کو غم و نشاط سے دلبستگی نہیں

محشر کا اژدہام نظر کا فریب تھا
اپنے سوا وہاں بھی جو دیکھا کوئی نہیں

کچھ جھلملا رہے ہیں شبستانِ دہر میں
شمعِ حیات صرصرِ غم سے بجھی نہیں

کب سر خوشی بھی وجہ سکون بن سکی مگر
اچھی کچھ اس قدر بھی غم آسودگی نہیں

بادِ بہار دیکھ کے کس طرح کہہ دیں
رنگینیوں کی جان تری سادگی نہیں

محفوظ تھی جو چشمِ زمان و مکاں سے بھی!
وہ زندگی بھی تیری نظر سے بچی نہیں
اے عشق کاروانِ دو عالم بچھڑ گئے
اے خضرِ راہ! یہ تو کوئی رہبری نہیں
زہرابۂ فنا جسے نشو و نما نہ دے
وہ زندگی فراقؔ! کوئی زندگی نہیں

★

تھی حاصلِ حیاتِ عشق اِک ادائے الوداع
جُھکی ہوئی نظر تری اُٹھی ہوئی قیامتیں
ترے سیاہ کار ہی چراغِ بزمِ دہر ہیں
دلوں میں درد اُٹھا ہے جب چمک گئی ہیں ظلمتیں
تری جفا، ترے کرم سے اہلِ دل کو کیا ملا
دبی دبی سی کلفتیں، دُکھی دُکھی سی راحتیں
یہ بُعد کیا یہ قرب کیا، یہ ضبط و اضطراب کیا
بغیر کچھ کئے دھرے پلٹ گئی ہیں قسمتیں

عدم کی سخت منزلیں بھی خواب ہیں خیال ہیں
نہ پوچھیئے رہِ طلب میں عشق کی ریاضتیں!

ابد تک ایک سلسلہ ہے صبح و شام ہجر کا
ازل سے اہلِ درد کی بڑھی ہوئی ہیں ہمتیں

دلِ حزیں نجوم کو بھی آ گئی تھی نیند سی!
تجھے ہیں یاد وہ حیاتِ غم کی چند ساعتیں

اب اس قدر خراب کر نہ زندگیٔ عشق کو
گھٹی ہوئی محبتیں، بڑھی ہوئی مروتیں

کسی کے ہاتھوں مٹ گئے مضطریکا نہیں خفا ہیں
بھری تھی عشق سے بھی دل میں کس قدر کدورتیں

سکوتِ یاس سے کبھی وہ چشمِ شوخ پوچھتی!
کہاں ہیں وہ شکایتیں؟ وہ کیا ہوئی حکایتیں؟

خرامِ ناز ہے کہ موجِ بادۂ حیات ہے
نسیم میں کہاں یہ رَدِّیہ لوچ یہ نزاکتیں؟

رہِ طلب کی اُف وہ دلفریبیاں وہ سختیاں
بڑھے بڑھے سے حوصلے چھٹی چھٹی سی ہمتیں

کرم ستم کا ذکر کیا، کہ انتہا تو ہو گئی!

نہ زندگی میں یہ تڑپ، نہ موت میں یہ راحتیں!
انھیں سے قیمتیں زمیں کی جاگ اٹھی ہیں فراقؔ
وہ پائے ناز جن سے آنکھیں ملتی ہیں قیامتیں

سکونِ یاس انتہائے اضطرابِ عشق ہے
بڑھی ہیں کیا اذیتیں، گھٹی ہیں کیا مصیبتیں

بہار اور آگئی گلِ سکوتِ ناز پر!
دبی زباں سے وہ چشم شوق کی شکایتیں

نگاہِ یار بڑھ چلی حدودِ جور و لطف سے
بدلتی جا رہی ہیں بزمِ ناز کی روایتیں

تغافل اس قدر نہ ہو تو آنکھ اٹھا کے دیکھ لے
کچھ آسماں کی گردشیں کچھ اہلِ غم کی حالتیں

فراقؔ! شکر و شکوے حسن و عشق کے دھرے رہے
کہ دیکھتے ہی دیکھتے بدل گئی طبیعتیں

★

عدیں حُسن و محبت کی مِلا کر
قیامت پر قیامت ڈھا رہا ہوں

خبر ہے تجھ کو اے ضبطِ محبت
ترے ہاتھوں میں لُٹتا جا رہا ہوں

جو اُن معصوم آنکھوں نے دیئے تھے
وہ دھوکے آج تک میں کھا رہا ہوں

ترے پہلو میں کیوں ہوتا ہے محسوس
کہ تجھ سے دور ہوتا جا رہا ہوں

بھرم تیرے ستم کا کُھل چکا ہے
میں تجھ سے آج کیوں شرما رہا ہوں

حدِ جور و کرم سے بڑھ چلا حُسن
نگاہِ یار کو یاد آ رہا ہوں

جو اُلجھی تھی کبھی آدم کے ہاتھوں
وہ گتھی آج تک سلجھا رہا ہوں

محبت اب محبت ہو چلی ہے
تجھے کیوں بھولتا سا جا رہا ہوں

اجل بھی جن کو سُن کر جھومتی ہے

وہ نغمے زندگی کے گا رہا ہوں

انہیں میں راز ہیں گلباریوں کے

میں جو چنگاریاں برسا رہا ہوں

یہ سنّاٹا ہے میرے پاؤں کی چاپ

فراقؔ اپنی کچھ آہٹ پا رہا ہوں

★

تو نے سمجھا ہی نہیں ہے حُسن کا رازِ نشاط

تو نے دیکھی ہی نہیں ہیں عشق کی رعنائیاں

سانس کو تازہ، دل وجاں کو معطر کر گئیں

اس نظر کی ٹھنڈی اور مہکی ہوئی پرچھائیاں

عشق کو سمجھا کوئی تو بس نگاہِ یار نے

شہرتیں گو کم نہ تھیں، کم نہ تھیں رُسوائیاں

حُسن کی کوئی جھلک رکھتی نہیں اپنا جواب

کوئی دیکھے عالمِ ایجاد کی یکتائیاں

اس پیامِ راز کو کیا حاجتِ لفظ و بیاں
تُو نے دیکھی بھی سکوتِ ناز کی گویائیاں

بے نیازِ قرب و دوری، بے قرارِ جستجو
یہ سکونِ عشق اور یہ بادیہ پیمائیاں

چپکے چپکے اُٹھ رہا ہے مدبھرے سینوں میں درد
دھیمے دھیمے چل رہی ہیں عشق کی پُروائیاں

ایک مدت سے نشاطِ حسن بھی ہے منتظر
کوئی حد رکھتی ہیں تیرے غم کی بے پروائیاں

دیکھ جب عالم یہ ہے حُسنِ خمار آلود پر
پچھلے پہر لیتی ہو جیسے کائنات انگڑائیاں

شوخیاں یہ کب حجابِ رنگ و بو میں تھیں فراقؔ
رفتہ... رفتہ رنگ لائیں حُسن کی رسوائیاں

★

وہ توانائیِ مزاج نہیں
چھوڑ دے مجھ کو لیکن آج نہیں

سرِ محمود اور پائے ایاز!
عاشقی کچھ کسی کا راج نہیں
موت کا بھی علاج ہو شاید
زندگی کا کوئی علاج نہیں
اس طرح جسمِ نازنیں کو نہ دیکھ
اپنی آنکھوں کی تجھ کو لاج نہیں
کر نہ عرضِ وفا فراقؔ! کہ اب
اُن نگاہوں کا وہ مزاج نہیں

★

نیرنگِ حُسنِ یار! ترے بس میں کیا نہیں
لطف و کرم تو مانعِ جور و جفا نہیں
اس رہ گزر پہ ہے رواں کاروانِ عشق
کوسوں جہاں کسی کو خود اپنا پتا نہیں
میرے سکوتِ یاس پہ اتنا نہ ہو ملول
تجھ سے خدا نخواستہ مجھ کو گلا نہیں

تجھ سے حجاب کیا مگر اے ہمنشیں نہ پوچھ
اُس دردِ ہجر کی جو شبِ غم اُٹھا نہیں!

کیا جانے دردِ عشق کی غیرت کو کیا ہوا
اتنا کبھی بے نیاز وہ جانِ وفا نہیں!

غم کشتگانِ عشق سے اور پرسشِ خطا
یہ ہیں وہی، جو اس کبھی جن کے بجا نہیں!

تیرے غرورِ حُسن کا ممنون اک جہاں
وہ کون ہے جو تیری نظر سے گرا نہیں

ہر جنبشِ نگاہ میں دورِ حیاتِ نو
دُنیا کو جو بدل نہ دے وہ میکدا نہیں

★

یہ بار بار وعدۂ سکونِ مرگ کس لیے
کچھ اس قدر تو اہلِ غم کو زندگی گراں نہیں

بقا تو کیا فنا گداز ہیں یہ شعلے حُسن کے
طلوعِ آفتابِ حشر میں یہ گرمیاں نہیں

سنبھل سنبھل کہ درِ عشق درد لا علاج ہے
یہ مرگِ ناگہاں نہیں حیاتِ جاوداں نہیں
فسانہ غم کے ماورائے طول واختصار ہیں
جو راتیں کاٹ دیتی ہیں، یہ وہ کہانیاں نہیں!
نہیں جو پُرسشِ کرم تو خیر اور بات ہے
نظر کا یہ سکوت اس قدر تو بے زباں نہیں
ہے نالہ جرس سے بے نیاز یہ رواروی
کوئی بھی اہلِ کارواں، شریکِ کارواں نہیں
فراق! یہ نہیں کہ یادِ رفتگاں نہیں مجھے
مگر فضائے بیخودی میں یہ زماں مکاں نہیں

قفس نصیب پھر بھی بے قرار ہیں اداس ہیں
خیالِ گلستاں نہیں ملالِ آشیاں نہیں!

کیا ہے سیر گہہ زندگی میں رُخ جس سمت
ترے خیال سے ٹکرا کے رہ گیا ہوں میں

★

چھلک کے کم نہ ہو ایسی کوئی شراب نہیں
نگاہِ نرگسِ رعنا ترا جواب نہیں

زمین جاگ رہی ہے کہ انقلاب ہے کل
وہ رات ہے کوئی ذرّہ بھی محوِ خواب نہیں

حیات درد ہوئی جا رہی ہے کیا ہو گا
اب اُس نظر کی دُعائیں بھی مستجاب نہیں

زمیں اُس کی، فلک اُس کا، کائنات اُسکی
کچھ ایسا عشق ترا خانماں خراب نہیں

جو تیرے درد سے محروم ہیں یہاں اُنکو
غمِ جہاں بھی سنا ہے کہ مستجاب نہیں

نصیب سے ہے شبستانِ غم کا شمع و چراغ
وہ روئے دوست جسے دیکھنے کی تاب نہیں

غم و نشاط ترے کس طرح کوئی جانے
ہنسی لبوں پہ نہیں، آنکھ بھی پُر آب نہیں!
دکھا تو دیتی ہے بہتر حیات کے سپنے
خراب ہو کے بھی یہ زندگی خراب نہیں

★

ننگِ محبت ہے یہ آہ و فغاں
یوں کہیں کرتے ہیں غم زندگاں
عالمِ اسباب سے اے عشقِ دوست
تجھ کو ملیں بے سر و سامانیاں
چل گئی کیا جانیے کیسی ہوا
آج تجھے دل سے بھی اٹھا دھواں
کچھ کوئی کہتے ہوئے چپ ہو گیا
اور سے اور ہوئی داستاں

★

صبر و سکوں میں بھی لازم ہے ایک پھریری سی آ جاتا
اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے کچھ گھبرا گھبرا سا اُٹھا ہو

★

مست جوانی کی ادائیں بن گئیں
ابر میں لہرائی ہوئی بجلیاں

نرم کسک مدبھرے سینوں میں ہے
چلنے لگیں عشق کی پروائیاں

جب نگہِ ناز کی یاد آ گئی
تیر گئیں سینے میں کچھ بجلیاں

بعدِ جفا کے نہ ہوا اتنا ملول!
پیکرِ غم بھی تو ہے کچھ شادیاں

قوس قزح جیسے چڑھاتی ہو پینگ
قامتِ جاناں کی وہ رنگینیاں

روپ کا رہ رہ کے جھلک مارنا
پھولوں سے جس طرح اُڑیں تتلیاں

چشمکِ ساغر میں یہ شوخی کہاں
آنکھیں تری کُھلی ہوئی بجلیاں
اُڑ گئیں آج اس سے بھی چنگاریاں
مُدّتوں جس دل میں گھٹا تھا دھواں
اب تو کم ہو حسرتِ پسماندگاں!
دور گئے دور گئے کارواں
اُس کو بھی اک دل کا بھرم جانیئے
حُسن کہاں، عشق کہاں، ہم کہاں
چارۂ غم کی بھی تمنّا نہیں
پوچھ نہ کچھ عشق کی لاچاریاں
کچھ نہیں کہتیں وہ نگاہیں مگر
بات پہنچتی ہے کہاں سے کہاں
غم تھا اِک انداز جنوں اور بس
عشق کی فطرت نہیں خود درحمیاں
پار ہوا پار ہوا بحرِ غم
ڈوب چلیں ڈوب چلیں کشتیاں

کہہ گئیں کیا کیا دلِ پُر شوق سے
شرم میں ڈوبی ہوئی انگڑائیاں

رات کی بھی آنکھیں جھپکنے لگیں!
کون سُنے درد بھری داستاں

خوابِ گراں خوابِ گراں زندگی
نیند کے جھونکے ہیں کہ بیداریاں

اہلِ طلب نے تجھے پایا ہے کب
اہلِ نظر نے تجھے دیکھا کہاں

لگ گئی دامانِ قیامت میں آگ
آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں

ایک زمانہ سے ہم آہنگ ہے
اب وہ نہیں عشق کی بیزاریاں

رات گئے کیفیتِ حُسنِ یار
خواب سے ملتی ہوئی بیداریاں

راز ہی رہ جائیں گے اسرارِ قرب
دور نہ پہنچ جائیں گی رُسوائیاں

کھو نہ محبت میں مقاماتِ جہل
کام کچھ آجائیں گی نادانیاں
گرم ابھی خاکستر دل ہے فراقؔ!
آج بھی دیتا ہے یہ سینہ دھواں

★

فراقؔ! دوڑ گئی روح سی زمانے میں
کہاں کا درد بھرا تھا مرے فسانے میں
وہ کوئی رنگ ہے جو اڑ نہ جائے اے گُلِ تر
وہ کوئی بو ہے جو رسوا نہ ہو زمانے میں
یہ گُل کھلے ہیں کہ چوٹیں جگر کی ابھری ہیں
نہاں بہار تھی بلبل! ترے ترانے میں
کبھی بیانِ دلِ خوش شدہ سے یہ بھی کھلا
بھری ہیں کس نے یہ نیرنگیاں فسانے میں
کسی کی حالت دل سن کے اٹھ گئیں آنکھیں
کہ جان پڑ گئی حسرت بھرے فسانے میں

ہمیں ہیں گل، ہمیں بلبل، ہمیں ہوائے چمن !
فراقؔ ! حد اب یہ دیکھا ہے قید خانے میں

★

یہ کرشمے حسنِ بتاں کے ہیں کہ شرارے قلبِ تپاں کے ہیں !
کہ فریب وہم و گماں نشے کے ہیں، یہ فراقؔ جلوے کہاں کے ہیں
کئی شعلے لپکے ہیں طور سے کئی مہرِ صبحِ نشور سے
کئی برقِ حسنِ غیور سے یہ کرشمے سوزِ نہاں کے ہیں
جو ترے دیار میں آ رہے ارے کیسے تجھ سے جدا ہوئے
تجھے اپنا کچھ تو پتہ رہے، یہ نہ پوچھ ہم سے کہاں کے ہیں
مرے شعر نغمہ ساز ہیں، یہ کمالِ سوز و گداز ہیں
یہ تمام عالمِ راز ہیں، زباں نہ طرزِ بیاں کے ہیں

★

سر میں سودا نہیں، دل میں تمنا بھی نہیں
لیکن اس ترکِ محبت کا بھروسا بھی نہیں

بدگماں ہو کے مل اے دوست جو ملنا ہے تجھے
یہ جھجکتے ہوئے ملنا، کوئی ملنا بھی نہیں

فطرتِ حسن تو معلوم ہے تجھ کو ہمدم
چارہ ہی کیا ہے بجز صبر سو ہوتا بھی نہیں

جانتے ہم بھی کچھ اتنے تو نہیں نا واقف
جا نہیں جور و ستم تیرے تو بے جا بھی نہیں
شکوۂ جور کرے کیا کوئی اس شوخ سے جو
صاف قائل بھی نہیں، صاف مکرتا بھی نہیں
دل کی گنتی نہ یگانوں میں نہ بیگانوں میں
لیکن اس جلوہ گہِ ناز سے اٹھتا بھی نہیں
ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
منہ سے ہم اپنے بُرا تو نہیں کہتے کہ فراق!
ہے ترا دوست، مگر آدمی اچھا بھی نہیں

★

بھول جاتے ہیں کسی کو مگر ایسا بھی نہیں
یاد کرتے ہیں کسی کو مگر اتنا بھی نہیں
بیخودی ہوش نما، ہوش بھی غفلت آثار
ان نگاہوں نے کہیں کا مجھے رکھا بھی نہیں
آج غفلت بھی ان آنکھوں میں ہے پہلے سے سوا
آج ہی خاطرِ بیمار شکیبا بھی نہیں
کتنے بیتاب ہیں ہم دل اسے دینے کیلئے
نگہِ ناز کا کچھ ایسا تقاضا بھی نہیں
آہ! یہ مجمعِ احباب یہ بزمِ خاموش
آج محفل میں فراقِ سخن آرا بھی نہیں

★

نکھری نکھری سی ہے آسمانوں میں
زرد کچھ تو ہے ناتوانوں میں

کتنا خاموش ہے جہاں لیکن
اک صدا آرہی ہے کانوں میں

ہم ابھی زندگی کے درپے ہیں
موت ہے جس کے پاسبانوں میں

کوئی سوچے تو فرق کتنا ہے
حسن اور عشق کے فسانوں میں

ایک چہرہ کا ساوقت کا کھاکر
بانکپن آگیا جوانوں میں

لوگ کیا کیا نہ ہار بیٹھے ہیں
زندگی کے قمارخانوں میں

کم نہیں بارِ غم سے بارِ نشاط
درد ہے حسن کے بھی شانوں میں

جن کی تعمیر عشق کرتا ہے
کون رہتا ہے ان مکانوں میں

★

نہ اب نگاہ سوئے در نہ کان آہٹ پر
وہ انتظار، وہ نظارہ کوشیاں نہ رہیں

ہر اک اشارہ میں ہنگامۂ قیامت ہے
نگاہِ یار کی اب وہ خموشیاں نہ رہیں

حیاتِ عشق کی وہ شادمانیاں نہ رہیں
کسی پر اب وہ تری مہربانیاں نہ رہیں
نثار پرسشِ غم کے میں کیا کہوں آخر
کہ اب وہ تجھ سے مری بدگمانیاں نہ رہیں
اس انقلاب کو اے دردِ عشق کیا کہیئے
دلوں پہ آج تری حکمرانیاں نہ رہیں
شرارِ آہ، نہ برقِ فغاں، نہ سوز نہ ساز
دل و جگر کی وہ آتش فشانیاں نہ رہیں
کبھی تھی رشکِ قیامت حیاتِ فانی بھی
وہ تیرے درد کی اُٹھتی جوانیاں نہ رہیں
سنا ہے زعم خرد ناخدا ہے بیڑے کا
وہ بحرِ عشق کی اب بیکرانیاں نہ رہیں
فریب وعدۂ دیدارِ یار بھی ٹوٹے
فراق کہنے کو یہ بھی کہانیاں نہ رہیں

★

پیامِ عشق ہے اس زلف خم بہ خم سے بھی
ترے اسیر نہ کاٹیں جسے وہ رات نہیں
بچا بچا کے ہوئی کاوشِ نگہ اُس کی
مٹا نے مٹنے سے اے دل یہ ساتحات نہیں
ملے جلے ہیں عذاب و ثواب کے مفہوم
رموزِ عشق ہیں اے شیخ! دینیات نہیں

نہ پوچھ سوچ کے میں کیوں اداس رہتا ہوں
جو غم نصیبِ محبت تھے اُن کی بات نہیں

ہماری بُت شکنی کے خُدا معترف ہیں
حدیثِ غزنوی و تذکرہ سومنات نہیں

یہ کائنات نہیں کچھ ترے سوا لیکن
یہ تیری ذات نہیں، یہ ترے صفات نہیں

میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا بدل گئی وہ نگاہ
وہی ہیں لطف و کرم، اب مگر وہ بات نہیں

وہ کوہکن ہو کہ مجنوں، رئیس یا مزدور
تجھے خبر ہے محبت کس کی ذات نہیں

رموز عاشقی ستم تک خیال جا نہ سکا
میں چُپ رہا تو بُرا ماننے کی بات نہیں

نشاطِ حسنِ ازل کو بھی وجد آ جاتا
دُکھی ہوئی مگر اتنی رگِ حیات نہیں

یہ تجھ سے چھُٹتے ہی کیا ہو گیا محبت کو
وہی وجود و عدم ہیں، مگر وہ بات نہیں

★

قطع کرے تعلقات کہ ہم | قابلِ دیدِ گاہ گاہ نہیں
موت بھی زندگی میں ڈوب گئی | یہ وہ دریا ہے جس کی تھاہ نہیں
ہے یہ دُنیا عمل کی جولانگاہ | میکدہ اور خانقاہ نہیں
تو نہ بدلا نہیں، مگر اے دوست | آج وہ دل نہیں وہ چاہ نہیں

مرتبہ دیکھ خاکِ آدمؑ کا
یہ مقاماتِ مہر و ماہ نہیں
یہ مساواتِ عشق دیکھ فراقؔ
امتیازِ گدا و شاہ نہیں

★

یہ برقِ خندۂ معصوم ہے کہ داغِ گناہ
میں آج روحِ طہارت سے کھیل سکتا ہوں
مرے اچھالے ہوئے گیند مہر و ماہ و نجوم
میں اِک جہان کی قسمت سے کھیل سکتا ہوں
ازل کے دن سے ہوں گو پرشکستہ و دل تنگ
میں لامکاں کی بھی وسعت سے کھیل سکتا ہوں
میں رنگ و بوئے محبت کی زمیاں ہوں فراقؔ
کسی سے ناز و نزاکت سے کھیل سکتا ہوں

★

نہ پوچھ ہے مری مجبوریوں میں کیا کس بل
مشیتوں کی کلائی مروڑ سکتا ہوں
ابل پڑیں ابھی آبِ حیات کے چشمے
شرارِ سنگ کو ایسا نچوڑ سکتا ہوں
نگاہِ غیب بھی جن تک ابھی پہنچ نہ سکی
ان انگلیوں سے وہ تارے بھی توڑ سکتا ہوں

فراق! دیکھ بدلتی ہے منزلِ آفاق
کہ مہر و ماہ کی میں باگ موڑ سکتا ہوں

★

زمانِ لامکاں میں شگفتہ نگاہ و شاعر سے
تمام اُداس نگاہوں کو چھیڑ سکتا ہوں
کچھ اور رو کے ہوئے خندہ ہائے زیرِ لبی
دبے دبے سے شراروں کو چھیڑ سکتا ہوں
اگر عنایتِ خوباں ہے زندگی کا مدار
تو زندگی کے بہاروں کو چھیڑ سکتا ہوں

★

رازِ جمالِ نو بہ نو! تو ہی بتا کہ ہیں تجھے
کھو سکے تھی کھو سکا نہیں پا کے بھی پا سکا نہیں
آج تو خوابِ زندگی جاگ اُٹھا تڑپ اُٹھا
فلسفۂ جنونِ عشق حشر کا غلغلہ نہیں
تیری کشیدگی میں آج شانِ سپردگی بھی ہے
حسن کے بس میں کیا ہے اور عشق کے بس میں کیا نہیں
اور ہیں نا اُمیدیاں عشق کی یوں تو ہمنشیں
آہ بھی بے اثر نہیں، نالہ بھی نارسا نہیں
عشق فریب کھا گیا سازِ نشاطِ حسن کا
مدرجِ تبسمِ نہاں کان پڑی صدا نہیں

مزاجِ حسن سے ملتا ہے عشق کا بھی مزاج
وہ اعتدال و توازن کہاں سے پیدا ہو

★

آہ وہ منزلِ مراد دور بھی ہے قریب بھی
دیر ہوئی کہ قافلے اس کی طرف رواں نہیں
نظمِ جہاں بدل نہ جائے اہلِ جہاں سکون پائیں
عشق کو بھی خوشی نہیں حسن بھی شادماں نہیں
خونِ شہیدِ عشق کا آج ہے زیبِ داستاں
نعرۂ انقلاب ہے ماتمِ رفتگاں نہیں
وقتِ بیانِ غم کچھ آج کھو سے گئے ہیں ہم فراق
کون سنے کہ خود ہمیں مائلِ داستاں نہیں

★

عجب کیا کچھ دنوں کے بعد یہ دنیا بھی دنیا ہو
یہ کیا کم ہے محبت کو محبت کر دیا میں نے

★

کہاں یہ دورِ آسماں کہاں یہ نظمِ زندگی
ہزاروں ایسی محفلیں وہ آنکھیں لے اڑیں کہیں
چمن کی رازداریوں کا اے صبا خیال کر
اب لہو نہ دے اٹھے گلوں کی آستیں کہیں
معاملے نہ کھل سکے نگاہِ رنگ رنگ کے
ہے جلوت آفریں کہیں ہے خلوت آفریں کہیں

اُسے گذرتے دیکھ کر چھپک سے آنکھ رہ گئی
شرارے اُڑ گئے تھے کچھ ابھی ابھی یہیں کہیں

★

چُپ ہو گئے تیرے رونے والے
دُنیا کا خیال آ گیا ہے

★

رنگ و بہارِ زندگی خون کے آنسوؤں سے ہے
عشق کی گلفشانیاں، عشق کی شادمانیاں

میرے سکوتِ یاس نے رنگِ جہاں بدل دیا
آہ دفعاں سے کب ہوئیں عشق کی ترجمانیاں

رازِ نشاطِ بیکراں ایک جہاں سے کہہ گئیں
دردِ حیات کی طرح اُٹھتی ہوئی جوانیاں!

دیکھ یہ حُسن و عشق بھی کون سا رنگ لائے کیا
کچھ تجھے بدگمانیاں، کچھ مجھے بدگمانیاں

عشق کے اعتدال سے ملتی ہیں سب کی سرحدیں
اپنے حدود رکھتی ہیں بحر کی بیکرانیاں

شام کبھی تھی دھواں دھواں دل بھی اُداس اُداس تھا
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آ کے رہ گئیں!

★

جنہیں پا کر نگاہوں میں دو عالم ہیچ ہوتے تھے
اب اُن نظروں سے کے ہاتھوں میں وہ سوغاتیں نہیں ہوتیں

فراقؔ! اے کاش سننے والوں کے سینے میں دل ہوتا
حقیقت ہوتی ہے اشعار میں باتیں نہیں ہوتیں

★

موجِ صبا کی پوچھ نہ سفاک دستیاں
ڈوبی ہوئی ہیں خون میں پھولوں کی بستیاں
شاید مرے سوا کوئی اس کو سمجھ سکے
کس طرح اک نظر سے بدلتی ہیں ہستیاں
آوازِ پائے ناز کو بھی ترس گئیں
سونی پڑی ہیں کب سے ترے غم کی بستیاں
اس نگاہِ ناز کی کیا بات ہے فراقؔ
دامن میں ہوش ہے تو گریباں میں مستیاں

★

ہیں اگرچہ اہلِ نظر کو بڑے بڑے دعوے
کہیں وہ جلوہ نما ہو تو دیکھتے رہ جائیں
وصال و ہجر کا ایسوں کے کچھ ٹھکانہ ہے
کہ جا کے بھی جو جائیں اور آ کے بھی جو نہ آئیں
زمانہ بدلا ہے ایک آدھ کروٹوں سے کہیں
ابھی عناصرِ عالم کچھ اور پلٹے کھائیں
جہاں میں ترکِ تعلق نہیں ہے ترکِ رسوم
وہ سامنے ہیں تو ہم بھی کہاں تک آنکھ چرائیں

سمے کا پھیر کہیں، یا سمے کی بلہاری
نگاہیں اپنی جگہ ہوں اور اس طرح پھر جائیں
جو دیکھ لیں وہ ترے خندہ ہائے زیرلبی
چمن میں غنچہ، گل دل مسوس کر رہ جائیں
لئے رہیں وہ زمانے میں اپنی بےفکری
جو غم شناس نہیں وہ خوشی کو منہ نہ چڑھائیں
دلوں میں ٹھان چکے ہیں ہم اہلِ غم کیا کیا
وہ ٹوک دے تو یہ منصوبے سب دھرے رہ جائیں
ختم ہو جو کبھی وہ بھی داستاں ہو گی ختم
جھپک رہی ہیں ستاروں کی آنکھیں اب سو جائیں

★

خط و خال کی تیرے پرچھائیاں ہیں
خیاباں خیاباں گلستاں گلستاں
وہی وحشتیں ہیں، وہی حسرتیں ہیں
گلستاں گلستاں بیاباں بیاباں
جھلا جھل سجل روپ کا رسمسانا
تہہ شبنمستاں چراغاں چراغاں
کمر سے خجل رقصِ شعلہ کی موجیں
نظر سے فضائیں گلستاں گلستاں
وہی اِک تبسم چمن در چمن ہے
وہی نکھڑی ہے گلستاں گلستاں

سراسر ہے تصویر جمعیتوں کی
وہ گیسوئے پُر خم پریشاں پریشاں
زمیں تا فلک شام غم کا دھندلکا
محبت کی دُنیا ہراساں ہراساں
یہی جذبِ پنہاں کی ہے داد کافی
چلو آؤ مجھ تک گریزاں گریزاں
کہیں یوں بھی بدلی ہیں غم کی فضائیں
وہی بادِ باراں بہاراں بہاراں
فراقؔ حزیں سے تو واقف تھے تم بھی
وہ کچھ کھویا کھویا پریشاں پریشاں

★

اُمیدِ دید بڑھ کے نہ فرقت کی شام ہو
ہر جشنِ آرزو بھی نہ سودائے خام ہو
یوں ہی لیئے دیئے سرِ بزم اے نگاہِ ناز
اس لطفِ خاص میں بھی اک اندازِ عام ہو
بے سرحدِ وجود و عدم بھی گزر گئی
اے قلبِ مضطرب کہیں تجھ کو قیام ہو
ساقی وہ رنگ نرگسِ رعنا کہ بزم میں
رندوں کو بھی خبر نہ ہو گردش میں جام ہو
حیرت سرائے عشق میں کھو جائیے جہاں
دن ہو نہ رات ہو نہ سحر ہو نہ شام ہو

یہ امتزاج تو دیکھو سکون و لرزش کا
نظر فریب ہے کیا جسم کے خطوں کا کھنچاؤ

نظامِ دہر میں پہلا سا اب کہاں کس بل
کہ حسن و عشق میں اب کوئی لاگ ہے نہ لگاؤ

اگر مصائبِ دنیا کو دور کرنا ہے
کچھ اپنی اپنی مصیبت سے بے خبر ہو جاؤ

کہو دیارِ محبت کے رونے والوں سے
ہزار فتنے اٹھاؤ اس آنکھ کو نہ جگاؤ

یہ تیرا جسم ہے یا راگنی ہے آ کے کھڑی
کہ آج تک تو نہ دیکھا تھا یہ بدن کا رچاؤ

لہو کی بوند ہے دل، شانِ مد و جزر تو دیکھ
کسی ندی کا ہو جیسے اتار اور چڑھاؤ

بجا یہ ترکِ محبت، بجا یہ عزمِ محال
کسی کو خیر نہ اب چاہنا، قسم تو نہ کھاؤ

مجھے پیامِ عمل دے سکے نہ تم جو بھول گئے
تو ہو سکے صرفِ عمل بھی ہیں کیا کر دکھاتا و

★

زندگی کیا موت کیا دو کروٹیں ہیں عشق کی
سونے والے چونک اٹھیں گے قیامت بھی تو ہو

یہ ترے جلوے یہ چشمِ شوق کی حیرانیاں
برقِ حسنِ یار نظارے کی فرصت بھی تو ہو

گردشِ دوراں میں اک دن تار ہے گا ہوش بھی
ختم اے چشمِ سیہ یہ دورِ غفلت بھی تو ہو
اب وہ اتنا بھی نہیں بیگانۂ وجہِ ملال
پرسشِ غم اُس کو آئی تھی ضرورت بھی تو ہو

★

چھلک جاتی ہے کھلی آگ اندھیری رات میں ساقی
وہ لَو دینا بھی آتا ہے دلوں کے آبگینوں کو
پہنچتا ہے جُنوں کا سلسلہ تو دور تک واعظ!
کہاں تک جھاڑتی جائے گی دُنیا آستینوں کو

★

جن کو میں آرزو سمجھتا تھا
میرے کچھ خواب تھے وہ گرد آلود

★

متاعِ زیست ہے اس مہ جبیں سے ہم بغل ہونا
یہی تو ہے وہ ٹھنڈک گرم جو رکھتی ہے سینوں کو
مرصع ساز کی آنکھیں بھی جن کی لَو سے خیرہ ہوں
فراقؔ الفاظ کی صورت میں جڑ دے ان نگینوں کو

★

گر مطلعِ جہاں پہ چمکنے کا شوق ہے
تا صبح منزلِ شامِ غریباں میں چلو

اے رہروانِ عشق ہے جامِ فنا میں بھی
وہ نشۂ حیات کہ بس جھومتے چلو

رازِ شناوری ہے یہی بحرِ عشق میں
ساحل کی یاد دل سے بھلا کر بہے چلو

اس بزمِ بے خودی میں یہ رازِ حیات ہے
ہر گردشِ نظر کے سہارے مٹے چلو

★

عشق و سوا ہو چلا بے کیف سا بیزار سا
آج اُس کی نرگسِ غماز کی باتیں کرو

نام بھی لینا ہی جس کا اِک جہانِ رنگ و بو
دوستو اس نو بہارِ ناز کی باتیں کرو

★

نیرنگِ روزگار میں کیفِ دوام دیکھ
جنبشِ نظر سے ہی یہ پرستشِ نہاں
ظلمت سرائے دہر میں کچھ روشنی سی ہی
محرومیاں نہ دیکھ دلِ تشنہ کام کی
بس اِک نگاہ جانبِ بزمِ نشاط ہو
خوابِ گرانِ رنج و غمِ روزگار سے

ساقی کی مست آنکھ کی گردش میں جام دیکھ
یہ خاص ادائے لطف یہ اندازِ عام دیکھ
اک رات رہروانِ عدم کا قیام دیکھ
بزمِ نشاطِ جلوہ میں چھلکے جام دیکھ
روئے نگار دیکھ، مئے لالہ فام دیکھ
اُٹھ اور جلوہ ہائے نشاطِ دوام دیکھ

★

اس دور میں زندگی بشر کی
بیمار کی رات ہو گئی ہے

دیارِ غیر میں سوزِ وطن کی آنچ نہ پوچھ
خزاں میں صبحِ بہارِ چمن کی آنچ نہ پوچھ

تمام بادِ بہاری تمام نکہتِ گل
شمیمِ زلف کی ٹھنڈک بدن کی آنچ نہ پوچھ

شعاعِ مہرِ قیامت ہے یہ سنہری لکیر
جبینِ ناز پہ خطِ شکن کی آنچ نہ پوچھ

یہ سوز و ساز نہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں
دلوں میں کیا ہے نشاط و محن کی آنچ نہ پوچھ

دیے ہی جاتی ہے ترغیبِ جرم آدم کو
غضب ہے سوزِ دلِ اہرمن کی آنچ نہ پوچھ

ہے بزمِ کج کلہاں سیر سرسری کر لے
نہ دیکھ برقِ نظر، بانکپن کی آنچ نہ پوچھ

★

حسن کے جلوے کر عیاں عشق کی ظلمتیں نہ دیکھ
تو ہے خوشی کی داستاں غم کی عبارتیں نہ دیکھ

غمکدہ مجاز میں، عالمِ سوز و ساز میں
غفلتِ صد نشاط میں درد کی کثرتیں نہ دیکھ

پاؤں کی تھرتھری کو دیکھ، دیکھ یہ نالۂ جرس
راہِ گذارِ عشق میں چھوٹتی ہمتیں نہ دیکھ

صبحِ وصال و شامِ ہجر اصل میں ایک ہیں فراقؔ
حسن کے جلوے بھول جا، شام کی ظلمتیں نہ دیکھ

سنتے ہیں آنکھ پڑتے ہی کانپ اٹھی بزمِ قدسیاں
دہر کی پستیاں نہ دیکھ کر، دہر کی رفعتیں نہ دیکھ
پڑھنے دے میری غفلتیں ہونے دے اس کو بے حجاب
اے غمِ ہجر عشق کی حسن سے نسبتیں نہ دیکھ

★

جو پوچھو ہو مجھ سے رموزِ بہار
گل اپنے لہو میں نہا جاتے ہے
کسی نے نہ اب تک بتایا ہمیں
غمِ ہجر میں کیا کیا جائے ہے
مجھے پا کے تنہا مری بے کسی
سرِ شام بستر لگا جائے ہے

★

رکی رکی سی شبِ مرگ ختم پر آئی
وہ پو پھٹی وہ نئی زندگی نظر آئی
دلوں میں آج تری یاد مدتوں کے بعد
یہ چہرہ متبسم، یہ چشم تر آئی
فضا کو جیسے کوئی راگ چیرتا جائے
تری نگاہ دلوں میں یوں ہی اتر آئی
ترا ہی عکس سرشکِ غمِ زمانہ تھا
نگاہ میں تری تصویر سی اتر آئی

★

دیکھا تھا جس نے تجھ کو زمان و مکاں سے دور
وہ آنکھ بے قرارِ تماشا ہے آج بھی
اک رنگ پر دورنگیٔ عالم ازل سے ہے
اک جامِ صبح و شام چھلکتا ہے آج بھی
جوشِ جنوں سے قطعِ نظر کرکے عشق کا
سنتے ہیں قصدِ جانبِ صحرا ہے آج بھی

رنگینیوں میں غفلتِ دل کی کمی نہیں!
ہستی تمام خوابِ زلیخا ہے آج بھی
گو ہو چکا ہے خاتمہ گفت و شنید کا
دلِ بے قرار شکوۂ بے جا ہے آج بھی
بدلے نگارخانۂ ہستی نے لاکھ رنگ
اندازِ حسنِ یار نرالا ہے آج بھی
اے چارہ گر سمجھ نہ سکا میں ترا سوال
زخمِ کہن وہی نہ جو دکھتا ہے آج بھی
ہر دور ایک منزلِ معراجِ عشق ہے
درد اس نگاہِ ناز سے اُٹھتا ہے آج بھی
اس پرسشِ کرم پہ تو آنسو نکل پڑے
کیا تو وہی خلوصِ سراپا ہے آج بھی
سچ جھوٹ کی خبر تو کسے لیکن اے فراقؔ
کوئی بیانِ درد سناتا ہے آج بھی

★

سنوارنا ہے اسے آنسوؤں کے موتی سے
انہیں سے شاہدِ ہستی کی مانگ بھرتی ہے

★

کیا جام ہے فراقِ محبت کا جام بھی
آبِ حیات بھی ہے اجل کا پیام بھی
کیا جانئے کرشمے یہ کس کے جنوں کے ہیں
یہ گلستانِ صبح، یہ صحرائے شام بھی
زلفِ سیہ میں پھنس کے دلوں کا نہ پوچھ حال
پرواز تا بہ عرش رہیں، زیرِ دام بھی
گل بیوفا تبسم و صیاد دونوں بیقرار
باغِ جہاں میں ہے کہیں رنگِ قیام بھی

آ ساقیا کہ دیر سے ہے رند منتظر
چھلکی شراب ناب کہیں ٹکرائے جام بھی

اڑتی ہوئی لپیٹ یہ انہیں گیسوؤں کی ہے
گذرا ہے اس طرف سے وہ مستِ خرام بھی

کھا جائے برقِ طور جہاں ٹھوکریں فراقؔ
راہِ وفا میں آتے ہیں ایسے مقام بھی

★

سوتی ہے جہاں عشق کی تقدیر ازل سے
وہ نرگسِ بیمار وہیں جاگ رہی ہے

اقرار کی ٹھنڈک میں ہے انکار کی گرمی
سائے میں تری ہاں کے نہیں جاگ رہی ہے

شب خوں نہ مہ نو سے ہو عشاق پہ آئے
یہ رات لئے خنجرِ کیں جاگ رہی ہے

چھیڑیں تو تری سادگیٔ عشق کو سو بار
لیکن نگہِ شوخ تریں جاگ رہی ہے

★

چھڑا ہوا سا سازِ محبت
دل کی رگیں تھرائی ہوئی سی

ہجر میں پچھلے پہر کا عالم
تاروں کو نیند آئی ہوئی سی

اُمڈے دتوں تم کے قافلے نکلے
جیسے ندی لہرائی ہوئی سی

درد کی منزل سے گذری ہے
یادِ فنا کترائی ہوئی سی

★

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر بھر پھر بھی
یہ حسن و عشق تو دھوکا ہے سب مگر پھر بھی

شبِ فراق سے آگے ہے آج میری نظر
کہ کٹ نہ جائیگی یہ شامِ بے سحر پھر بھی

غمِ فراق کے کشتوں کا حشر کیا ہوگا
یہ شامِ ہجر تو ہو جائیگی سحر پھر بھی

فنا بھی ہو گی گرانباریِ حیات نہ پوچھ — اُٹھائے اُٹھ نہیں سکتا یہ دردِ سر بھی

★

جب سے تم پردیس سدھارے — آنسو ہیں آنکھوں کے تارے
آتے ہیں کیا تان اُڑاتے — پریم کے گھائل روکے مارے
رات کی دیوی چھم چھم اُتری — لٹ چھٹکائے بال سنوارے
دریا اور پیا پیا کے دل کو — کون ڈبوئے، کون اُبھارے
نظم جہاں ہیں کون کہی ہے — ہیں ہیں کیوں سیارے ★

★

یہ تنِ نازنیں کی انگڑائی — کہکشاں سے کمان لچکائی

★

حسن کے پاس اس کا نہیں چارا عشق کا اس میں کیا ہے اجارا
یوں کبھی بکھر جاتی ہیں نگاہیں یوں کبھی بدل جاتے ہیں زمانے
اپنی اپنی سب کو پڑی ہے کاش سمجھیں یہ عشق کے آئیے
دوست سے بھی اُمید نہ رکھے اک دنیا سے بیر جو ٹھانے
آنکھیں مل کر بھی نہیں ملتیں اپنے بھی یہاں ہیں بیگانے
کوئی تیری بزمِ ناز میں کس کو پوچھے کس کو جانے
صبر و سکوں بھی کیفِ نہاں بھی، سازِ طرب بھی اُس کا کرم بھی
پھر بھی رنگ اڑا جاتا ہے عشق کی باتیں عشق ہی جانے
یاد کسی کی کرتا بھی جا، دل سے کسی کو بھلاتا بھی جا
پیتا بھی جا، بھرتا بھی جا، ہوش اور غفلت کے پیمانے

غفلت کیسی؟ کیا ہوشیاری؟ بیداری کیا؟ خواب بھی کیسا؟
دونوں کا ہے ایک ہی عالم، کیا دیوانے کیا فرزانے
حسن بھی تھا اپنی پرچھائیں، شامِ غریباں دیکھ فراق!
عشق وہی ہے اب بھی لیکن چھوٹ گئے اپنے بیگانے

★

لیتی ہے کائنات انگڑائی
صبحِ فرقت نہ اہلِ غم کو جگا
یوں مٹایا غم و الم تو نے
شامِ غم تو تری جدائی نہ ملی
دیدنی تھا ترا خمارِ بدن
اب تو یادِ دلِ حزیں کے لئے

وہ کہانی نظر نے دہرائی
رو رہے ہیں رات بھر تو نیند آئی
شادمانی کسی کی آنکھ بھر آئی
تاروں نے بھی نگاہ دوڑائی
جب ستاروں نے آنکھ جھپکائی
اک کہانی ہے تیری رعنائی

★

مجھ کو مارا ہی ہر اک درد و دوا سے پہلے
خود بخود چاک ہوئے پیرہنِ لالہ و گل

دی سزا عشق نے ہر جرم و خطا سے پہلے
چل گئی کون ہوا بادِ صبا سے پہلے

★

یہ موشگافیاں ہیں گراں طبعِ عشق پر
توڑا ہے لامکاں کی حدوں کو بھی عشق نے
اس جانِ دوستی کے خلوصِ نہاں سے پوچھ
عنوان غفلتوں کے ہیں فرقت ہو یا وصال

کس کو دماغِ کاوشِ ذات و صفات ہے
زندانِ عقل تیری تو کیا کائنات ہے
جس کا ستم بھی غیرتِ صد التفات ہے
بس فرصتِ حیاتِ فراق ایک رات ہے

★

پڑے ہیں خیمے اب عدم میں جہاں کے ہنگامے
پکارتی ہے زمانے کو خاموشی تری

★

تجھے بھلا کے جسے اہل دل بسر کرتے
وہ زندگی بھی محبت کی زندگی ہوتی

جہاں کے رنج و خوشی کا بھرم تو کھل جاتا
شراب عشق سلیقے سے تو نے پی ہوتی

نثار شیوۂ تسلیم و بے نیازئ حسن
مری خوشی بھی کہاں تک تری خوشی ہوتی

کچھ انتظار کا عنوان نو بدل جاتا!
جو غم کی شام بھی ہوتی تو صبح بھی ہوتی

ہزار غم ہو نہیں چاہتا کوئی دل سے
کہ اس کے بدلے کوئی اور زندگی ہوتی

★

فراق تو ہی مسافر ہے تو ہی منزل ہے
کدھر چلا ہے محبت کی چوٹ کھائے ہوئے

★

کچھ نہ کچھ ہوش بھی لازم ہے سر بزم حیات
عشق کی بے خبری محرم اسرار سہی

عشق بیباک کو روکے ہوئے ہے اور ہی کچھ
خواب آلودہ نگاہیں تری بیدار سہی

نگہ شوق میں پھر بھی ہیں کرے ہی جلوے
نہ سہی دید تری حسرت دیدار سہی

تو نے جادو کا جگانا بھی کبھی دیکھا ہے
آج وہ آنکھ نہ بیدار نہ ہشیار سہی

بات کی بات میں تقدیر پلٹ جاتی ہے
زندگی بار غلامی سہی بیگار سہی

رشک فردوس بنا لے گا جہنم کو بھی عشق
تیرے فردوس میں ہر کافر و دیندار سہی

بحر عشق میں جلنے کے لئے جلدی کر
جان دینے کیلئے فرصت بسیار سہی

پھر بھی ہے قابل تعزیر کہ مجرم ہے فراق
ہم نے مانا کہ محبت کا گنہگار سہی

★

کیف بر دوش بادلوں کو نہ دیکھ
بے خبر! تو کچل نہ جائے کہیں

★

چشم سیہ کار کے نشۂ بے خمار کے
نام سے بادہ خوار کے کام ہیں ہوشیار کے

میرے شکیبِ دل کا راز، ہو وہی جانِ سوز و ساز
ہے جو ہر ایک موج میں شعلۂ بے قرار سے

درد بھی راحتیں بھی ہیں، ہوش بھی وحشتیں بھی ہیں
کیا ہے یہ تار تار میں دامنِ تار تار سے

پوچھ نہ اُن کی حالتیں مارے ہوئے جو ہیں ترے
جورِ کرم سرشت سے لطفِ ستم شعار سے

ایسے بھی درد مند ہیں مارے ہوئے جو ہیں فراق
حسنِ وفا سرشت سے عشقِ جفا شعار سے

★

کتنے فسانے بن گئے اک دلِ بے قرار سے
آہ اشارۂ نہاں، برقِ نگاہِ یار سے

کیفِ حیاتِ عشق کی دُکھتی ہوئی وہ راحتیں
آہ سکونِ مضطرب کیفِ شبابِ یار سے

کوئی جیئے تو کیا جیئے کوئی مرے تو کیا مرے
مرگ و حیات دونوں ہی جب نہ ہوں اعتبار سے

تم کو جگا رہا ہے کون دیر سے آ کے پچھلی رات
آنکھیں تو کھولو وحشیو! گیسوئے تابدار سے

دل کو مٹا مٹا گئے دل کو بنا بنا گئے
وقفۂ صبر آزما عشوۂ شرمسار سے

★

تو کبھی بجلیوں سے کھیلا ہے ؟
تو کسی کی نگاہ کیا جانے
آج تو کفرِ عشق چونک اُٹھا
آج تو بول اُٹھے ہیں بُت خانے
جھُٹ پٹ سے گھر آ گئے اسیر ترے
لیکن اب اُن کو کون پہچانے
تو خدا سے نہ کر سکا انکار !
تو بھلا دردِ عشق کیا جانے
کچھ تو رنگِ جہاں بدل ہی دیا
تیرے دیدار کی تمنّا نے
اٹھنے والی ہے وہ نگاہِ کرم
عشق بھی کچھ لگا ہے شرمانے
بعد مدت کے تیرے ہجر میں پھر
آج بیٹھا ہوں دل کو سمجھانے

شبِ مستوں میں شورِ ہر چہ بادا باد ہے ساقی
چھُری کھینچے ہوئے موجِ شرابِ آتشیں نکلی
پیاپے بجلیاں ٹوٹیں، دلِ عشاق پر لیکن
ہزاروں میں کروڑوں میں نگاہِ شرمگیں نکلی
حریمِ نازِ دل نے کر دیا ہے ایک عالم کو
کہ جو صورت نظر آئی وہی خلوت نشیں نکلی

ارے او جلنے والے، جلنے والے یوں نہیں جلتے
ابھی شعلوں کی رگ رگ سے کسک اک سی نہیں نکلی،

تمام اپنے گھر کے تھے تم سے کوئی پردہ نہ تھا لیکن
جو دل کی بات تھی کمبخت وہ منہ سے نہیں نکلی

فراقؔ اب تو دلِ بے مدعا بھی مٹ چکا کب کا
کہے جاتی ہے چشمِ شوخ ابھی حسرت نہیں نکلی

★

وہ دل مٹا ہے کہ اب دل ہی دل سمجھتے ہیں
جو موت اس طرح آئے تو کون مرتا ہے

گناہِ عشق کی تصویر ہے وہ پیکرِ ناز
جمالِ یار اسی عنوان سے سنورتا ہے

کسی کو سامنے پا کر بدن نہ کیوں لوٹے
نشاطِ عشق بھی خمیازۂ غم کا بھرتا ہے

کہاں سے آ گئی دنیا کہاں مگر دیکھو
کہاں کہاں سے ابھی کارواں گزرتا ہے

★

نیازِ عشق پہ نئی نئی نگاہِ لطف ہے ★ عبادتیں نئی نئی رحمتیں نئی نئی
دلوں کو جامِ عشق کا نیا نیا خمار ہے ★ بھری ہیں اس نگاہ کی بھی نیتیں نئی نئی

★

ہے کل سی بات کہ محشر بپا تھا اس دل میں
فراقؔ آج یہ گھر بھائیں بھائیں کرتا ہے

★

ابھی مآلِ عشق کا خیال ہے نیا نیا
چھٹی ہیں کشتگانِ غم کی ہمتیں نئی نئی

مسافرِ رہِ فنا اگرچہ بے نیاز تھے
یہاں بھی پڑ گئی مگر ضرورتیں نئی نئی

نظر بچا کے دستِ ناز نے ورق الٹ دئیے
کتابِ دل کی آج ہیں عبارتیں نئی نئی

بچی بچی سی وہ نظر ملی ملی سی وہ نظر
وہ فاصلے نئے نئے، وہ قربتیں نئی نئی

تبسمِ سحر سے برقِ نغمۂ حیات سے
ملیں جمالِ یار کو صباحتیں نئی نئی

فراقؔ کی نگاہِ شوق سے نہ راز پوچھئے
کھلی ہیں حسن و عشق کی حقیقتیں نئی نئی

★

کبھی دیوانے رو بھی پڑتے تھے
کبھی تیری یاد بھی آتی تھی !

دردِ ہستی چمک اٹھا جس میں
وہ ہم اہلِ وفا کی چھاتی تھی

زندگی کو وقتِ سفر
کاروان کارواں چھپاتی تھی

غم کی وہ داستانِ نیم شبی
آسمانوں کو نیند آتی تھی

★

واقعی تری صورت یوں تو کب بدلتی ہے
پھر بھی دل کے سانچے میں سو طرح سے ڈھلتی ہے

آگ لگ گئی جس سے سوزِ غم کا ناوک تھا
اب بھی عشق کی پٹکی، دیکھ لے کہ جلتی ہے

آتشِ غمِ جاناں آتشِ غمِ دوراں
بجھتے بجھتے بجھتی ہے جلتے جلتے جلتی ہے

عشق کو تو سنتے ہیں ہوش آ چلا شاید
حسن کی طبیعت اب دیکھ کر سنبھلتی ہے

جس کو تجھ سے سننے کی عمر بھر تمنا تھی
کہہ رہا ہے تو اس کو وہ بات کھلتی ہے

کوئی رہتی دنیا کو کس طرح کہے فانی!
جس کے ذرّے ذرّے میں زندگی مچلتی ہے

آنکھ وہ کہ بے بدلے سر بسر بدل جائے
ایک رُخ کے یہ دنیا جس طرح بدلتی ہے

غم ہی پہ نہیں موقوف وہ خوشی ہو یا کچھ ہو
اہلِ غم کے سینے میں اک چھری سی چلتی ہے

حسن سے تری وحشت لاکھ اُنس بن جائے
یاد رکھ کہ مشکل سے یہ جھجک نکلتی ہے

★

کچھ بھی نہ تھا عشق کی گرہ میں
اور پھر بھی لٹا دئے خزانے

جیسے کوئی آ رہا ہو اس سمت
ممکن ہے وہی ہو کون جانے

★

جسے لوگ کہتے ہیں تیرگی، وہی شب حجابِ سحر بھی ہے
جنہیں بیخودی نے فنا کیا، انہیں زندگی کی خبر بھی ہے
یہ نصیبِ عشقِ گریز پا کہ زمان و مکاں سے گزر گئی
وہی آسماں، وہی شامِ غم، وہی شامِ غم کی سحر بھی ہے
اسی شامِ مرگ کی تیرگی میں ہیں جلوہ ہائے حیات بھی
انہیں ظلمتوں کے حجاب میں یہ چمک یہ رقصِ شرر بھی ہے
ترے غم کی عمرِ دراز میں کئی انقلاب ہوئے مگر
وہی طولِ شامِ فراق ہے، وہی انتظارِ سحر بھی ہے

★

جب انہیں پیامِ نمو ملا تو گلوں کا رنگ اڑا بھی ہے
کہ لہو چمن میں اچھالنے کو نسیم بھی ہے صبا بھی ہے
تو نگاہِ یاس و لبِ سکوت کی جنبشوں میں الجھ گیا
جسے خامشی بھی نہ کہہ سکی وہ فسانہ تو نے سنا بھی ہے
یہ گدازِ دل یہ سرشکِ غم کوئی بات ایسی نہیں مگر
تو خیال کر تو بجا بھی ہے تو نگاہ کر تو روا بھی ہے
یہ مرے نصیب کہ جو رحسن کے نیچ حجاب سے اٹھ چلے
یہ ترا کرم کہ مجھے مٹا کے تو آج مجھ سے خفا بھی ہے

★

نخلِ غم کی ڈالی کو سینچتے ہیں شعلوں سے
جس قدر یہ جلتی ہے پھولتی ہے پھیلتی ہے

★

کم نہیں کچھ غم نہاں تم سے ناکاموں کو
کس کو فرصت ہے ترے ہجر کے غم کھانے کی
صبح کو دیکھو جو عالم ہے سرِ شمع خموش
رہ گئی بات سرِ بزم تو پروانے کی
جو تری راہ وہی رہ گزرِ بادِ بہار
خوشبوئے گل ہے کہ آہٹ ہے تری آنے کی

★

رنگِ رخ کھلا اس طرح آنچ عشق کی کھا کر
پھول جس طرح نکھرے سوکھنے سی شبنم کے
جو چھپائے نہ چھپے اور بتائے نہ بنے
دلِ عاشق کو وہ آنکھوں سے کوئی راز تو دے
قرب و دیدار تو معلوم کسی کا، پھر بھی
کچھ پتہ سا فلکِ تفرقہ پرداز تو دے

★

نہ آنا تیرا اب بھی اگرچہ دل تڑپا ہی جاتا ہے
تڑپ جانے پہ بھی لیکن سکوں سا آ ہی جاتا ہے
ہزاروں ہیں جو خود کو بے نیازِ غم سمجھتے ہیں
کبھی کچھ ابر سا لیکن دلوں پر چھا ہی جاتا ہے

ارے دھوکا تو وہ ہے جو کوئی چالاک کھا جائے
کبھی دُنیا میں انساں یوں تو دھوکا کھا ہی جاتا ہے

مرا غم پرسشوں کی دسترس سے دور ہے ہمدم
مگر خوش ہوں کہ جو آتا ہے کچھ سمجھا ہی جاتا ہے

دلِ ناداں محبت میں خوشی کا یہ بھرم کیا خوب
تری اس سادگی پر حسن کو پیار آ ہی جاتا ہے

اُلٹ جاتی ہیں تدبیریں، پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
اگر ڈھونڈھے نئی دُنیا تو انساں پا ہی جاتا ہے

★

تجھ کو پا کر بھی تمنا کا وہی جوش رہے
آہ وہ شوق جو آغوش در آغوش رہے

آج وہ تجھ سے بہت دور رہیں پا کر بھی تجھے
غمِ تنہائی سے جو لوگ ہم آغوش رہے

★

اِک جاتی ہوئی دُنیا اِک عالمِ حیرت ہے
ان دونوں کا حاصل جاتا دُنیائے محبت ہے

★

لبِ خاموش کا ہم سن نہ سکے کوئی پیام
ہمہ تن گوشش رہے اور گراں گوش رہے

یوں بھرے بادل نظر آئے فضائے شوق میں
اُمڈے دل سے جس طرح کوئی ترا در چھوڑ دے

سکوتِ ناز میں رنگِ تکلّم جذب ہونے دے
نکھر آنے دے ذرا شانِ پیامِ سرمدی اپنی!

خوشا یہ جلوہ آرائی، زہے یہ کیف زا مائی
خوشی اپنی، غم اپنا، نور اپنا تیرگی اپنی

محبت نے حصولِ زندگی کچھ اور ہی سمجھا
کہ دُنیا میں نہ غم اپنا، نہ دُنیا میں خوشی اپنی

★

وفورِ زندگی بھی کارواں در کارواں نکلا
سوادِ گردِ منزل بن گئی ہے موت بھی اپنی

★

مشکلیں کبھی بدلی ہیں اور نہ بدلیں گی
یقیں اس زمانے کو ہے مجھے شک ہے

فراقؔ ایسے میں کیوں آنکھ ڈبڈبا آئی!!
ہوائیں نرم لچک ہے فضا میں ٹھنڈک ہے

★

غبارِ کارواں ہیں مہر و ماہِ زہرہ و پرویں!
سرِ راہِ محبت زندگی یوں راہی جاتی ہے

نشاط و غم کہاں تک زندگی کا ساتھ دیں ہمدم
جہاں سایہ بھی چھٹ جائے وہ منزل آ ہی جاتی ہے

نسیمِ صبح سے بھی نرم زہے گو غزل مشتری
دلوں میں کچھ دبی چنگاریاں بھڑکا ہی جاتی ہے

یہ جام ہے آبحیات مگر کچھ بوئے عدم بھی آتی ہے
یہ عشقِ حیاتِ خضر بھی ہے، یہ عشق فنا آثار بھی ہے
جس راہ میں اے واعظ سو رنج ہے اِک اِک ذرّہ
سنتے ہیں وہی رستہ منجانے کو جاتے ہے
گو جذب نہاں اُس کا ہے اپنی جگہ لیکن
کیا جانے کس جانب کھینچے لئے جائے ہے

★

ذرا دیکھو تو حسن و عشق کی دنیا کہاں پہنچی
فراقؔ اب تک لئے بیٹھے ہو آشفتہ سری اپنی

★ ★ ★ ★

ختم شد

گلہائے
پریشاں
سٹار پاکٹ بکس